امامیہ مشن لکھنؤ کا
پانچواں تبلیغی رسالہ

اصول دین و قرآن

مطبوعہ سرفراز قومی پریس
وکٹوریہ اسٹریٹ ۔ لکھنؤ

قیمت چار آنہ

یٰقَوْمَنَا اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ

اے قوم جواب دے خدا کی طرف سے پکارنے والے کا

برادران ایمانی سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

امامیہ مشن کی خدمات آپ حضرات کی نظروں سے پوشیدہ نہین ہین اگر آپ اس کام کو ضروری خیال فرماتے ہون تو پھر ہماری کسی ممکن امداد سے دریغ نہ فرمائیے اور کم سے کم ممبر ہی بنکر ہماری تقویت کا سبب بنیے۔ جو حضرات ایک روپیہ سالانہ چندہ مرحمت فرماوین گے انکو "ممبر بننے" کے بعد جو رسالہ شایع ہوگا وہ نصف قیمت پر دیا جاویگا اور جو حضرات پانچ روپیہ سالانہ چندہ مرحمت فرماوین گے اُن کو کل رسائل جو اب تک شایع ہو چکے ہین و نیز جو آیندہ شایع ہون گے بلا قیمت ارسال کیے جاوینگے۔ فقط

الداعی الی الخیر

سید ابن حسین۔ عفی عنہ

آنریری جنرل سکرٹری۔

امامیہ مشن۔ حسین آباد۔ لکھنو

فہرست مضامین رسالہ اصولِ دین و قرآن

سرکار حجۃ الاسلام سید العلما مولانا السید علی نقی صاحب قبلہ

مجتہد العصر مدظلہ العالی

امامیہ مشن لکھنؤ کی پانچوین دینی خدمت اور اُسکی ضرورت

عام برادران اسلام نے اصول دین سے عدل و امامت کو خارج کر دیا ہے اور وہ عدل کے تو سرے سے منکر ہی ہو گئے ہین اور اُنکا خیال ہی کہ خدا کے لئے عادل ہونا ضروری نہین ہی اور امامت کو وہ ایک فروعی چیز قرار دیتے ہین، اسکے برخلاف ہمارے فرقہ حقہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک عدل و امامت دونون اصول دین مین داخل ہین اور انکا اعتقاد ضروری ہی اور اس وجہ سے یہ مسئلہ اکثر حلقون مین مورد توجہ سمجھا جاتا ہی کہ عدل و امامت کے اصول دین مین سے ہونیکی کیا دلیل ہی اور نیز خداوند عالم کے عادل ہونیکے معنی کیا ہین اور شاہدات عالم کی بنا پر عدل الٰہی کے خلاف جو توہمات پیدا ہوتی ہین انکا حل کیا ہی۔ چنانچہ چار برس قبل مدرسۃ الواعظین کے جلسہ سالانہ منعقدہ لکھنؤ کے موقع پر جماعت احمدیہ کیطرف سے ایک اشتہار شایع ہوا تھا جسمین علمائے شیعہ کو مخاطب کر کے شیعی فرقہ کے معتقدہ اصول دین پر اعتراضات کئے گئے تھے جس کے بعد اس بحث کا سلسلہ شروع ہوا اور اس سلسلہ مین حضرت سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر دام ظلہ کے قلم سے تین زلزلہ افگن مضامین متواتر شایع ہوئے جنہون نے شکوک و اعتراضات کے قلعہ کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا۔ چونکہ یہ مضامین مدرسۃ الواعظین کے مؤقر رسالہ الواعظ مین متفرق طور پر شایع ہوئے تھے اور عام طور سے لوگ اُنپر مطلع نہین ہین اور یہ اعتراضات آجکل بھی گوش زد ہوتے ہین اس لئے مصنف علام دام ظلہ کی اجازت سے ہم ان مضامین کو یکجا شایع کرتے ہین۔

سید ابن حسین سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

نقل اشتہار منجانب جماعت احمدیہ لکھنؤ

جماعت احمدیہ لکھنؤ

کے خوشی کی اُس وقت سے انتہا ہی نہین رہی جب سے اُسکو یہ علم ہوا کہ مدرسۃ الواعظین
کا سالانہ جلسہ ۱۴، ۱۵، ۱۶ جنوری ۲۸ئہ کو منعقد ہو گا چونکہ بفضلہ تعالیٰ یہ مجمع اہل علم
کا ہی جسکی ادنیٰ بزرگی کا مرتبہ اُسکے سامعین کے عظمت و وقار سے اندازہ ہوسکتا ہے جسمین
شرفاء، نجبا، وکلار، علما، نوابین، والیان تک جلوہ افگن ہین۔

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علمار کی پیشگاہ عالی مین باادب عرض کیا جائے
کہ قرآن کریم نہایت شد و مد سے صرف پانچ چیزون کا نام لیکر اُسپر ایمان لانے کی تاکید کرتا ہے
اور وہ پنجتن پاک یہ ہین۔ **توحید، رسالت، کتب، ملائکہ، معاد**
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی انھین پانچ چیزون کو قرآن کریم نے بتایا ہی اور
انھین پانچ باتون پر آپ کا ایمان تا وفات رہا جسکو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے فان امنوا
بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا لیکن اس ایمان کے خلاف ایمان رکھنے والے
کو خدائے تعالیٰ نے فقد ضل ضلالا بعیدا فرمایا ہے اب اس کے علاوہ اگر کوئی اور
چیزون پر ایمان رکھے اور نہایت ہی عمدہ کام کرے حتیٰ کہ محبت اہل بیت علیہ السلام
ہی کی کیون نہ ہو یا اعمال فریضہ ہی کیون نہون وہ سب کے سب بیکار و حبط ہو جائینگی

اُنکا کوئی بدلہ نہ ملے گا جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین لیکن حضرات اثنا عشر صاحبان نص مبین کے خلاف ایمان کی یون تعلیم فرماتے ہین، توحید، عدل، نبوت، امامت قیامت، اب جائے تعمق ہے کہ یہ تعلیم سلیم ہمکو کہان سے دی جاتی ہے جسکا تذکرہ قرآن کریم مین کسی رنگ مین بھی نہین پایا جاتا ہے پس اس اختلاف وبعد کا ثبوت علمائے اہل دانش سے طلب کرنا ضروری ہے کیونکہ معاملہ ایمان کا ہے جسپر تمام کمال انسانی کے حاصل کرنے کا منتہا ہے،

اس مقام پر صرف لفظ امامت کو دریافت کرنا ضروری ہے اسلیئے کہ وہ غیر نبوت ہے اسپر قرآن حمید مین ایمان لانا کہان مسطور ہے جو یہان ایمانیات مین مستغرق کیا جائے اسلئے کہ نبی کریم صلوات اللہ علیہ وسلم کی فعلی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کو مسلمان بنایا تو اسکو آپنے اسی ایمان کی تلقین فرمائی جسکو قرآن کریم نے ظاہر فرمایا ہے اور اس ایمان لانیوالے کو بھی سخت ہدایت فرمائی کہ خبردار بجز نبیون کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لانا، مگر اس جگہ تعجب معلوم ہوتا ہی کہ جونہی آپکی وفات ہوتی ہی فوراً ہی اشاعت ہوتی ہی کہ جبتک امامت پر جو غیر نبوت ہی ایمان نہ لاؤگے اُسوقت تک باب خلد کا منہ نہ دیکھوگے گویا عہد نبوی کی مسلمانونکا ایمان اور تھا اور بعد وفات آپکے مسلمانونکا ایمان اور ہی العجب ثم العجب ہان یہ بات سچ ہی کہ نبیوں کی اصطلاح میں لفظ امامت سے مراد نبوت ہی ہوا کی ہی جیسا کہ پروردگار عالم نے فرمایا ہے ووھبنا لہ اسحق ویعقوب اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا

کہ حضرت ابراہیم کی امامت سے مراد نبوت تامہ ہی تھی لیکن موجودہ ساختہ عقیدہ کی رو سے اس امت مرحومہ اور انتخاب شدہ میں ایسے ائمہ طاہرین کا دروازہ بند ہے جس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں،

(۱) یہ کہ امت محمدیہ تمام کی تمام ظالم ہوگئی ہے جس وجہ سے اول ذریت ابراہیم علیہ السلام کا سا امام آخری ذریت ابراہیم میں برپا نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا کا عہد ظالموں کو نہ پہونچے گا، اور ایسا فرمانا ہتک اہل بیت کی ہوگی،

(۲) یا یہ تکلف قبول فرمایئے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں اس وجہ سے اُنکے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوسکتا تھا اہل بیت علیہ السلام کیوں کر نبی ہوسکتے تھے تو یہ جرأت ایک طرفہ کارہوگی کہ بعد خاتم النبیین کے نبی اسرائیل کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو نبی ہوکر مبعوث ہوں اور امت محمدیہ میں اگر وہ کام کریں کہ جو خاتم النبیین اور خیبر شکن جناب امیر علیہ الصلوٰۃ سے نہ ہوسکیں روے زمین سے کفر مٹا دینا اور تمام دنیا کا ایک مذہب کر دینا لیکن خاتم النبیین اُنکے مبعوث ہونے سے پھر بھی مانع نہیں آتا۔ مگر وائے قسمت کہ امام ظہور علیہ السلام خاتم النبیین کی رو سے نبی نہیں ہوسکتے، اور آپ خوشی سے اسکا اقبال فرما رہے ہیں۔

ایسی صورت میں حضرات فرمائیں کہ خاتم النبیین کے کیا معنی ہونگے جبکہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی نبی مبعوث ہو رہا ہے، ہمارے اس مطالبہ میں کسی ذی شعور کا یہ فرمانا قابل مسموع نہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ پہلے نبی ہوچکے ہیں اس لئے اُنکا

مانع خاتم النبیین نہین ہوسکتا تو واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لبعد کی قید لگا کر پہلے ہی ہبیون کو روکا ہے ورنہ حضرت علیؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اول وآخر نبی ہونگے اور انکی نبوت اور وحی ہمارے لئے متلاع ہوگی جو مخالف نص صریح ہی غرض یا تو آپ امامت کو مثل امامت اسحق ویعقوب تسلیم فرمائیے تب اُسکو داخل ایمانیات کیجئے اور پھر ہم کو انکی وہ وحی الٰہی دکھلائیے جو اُن پر نازل ہوئی ہو جسمین خدائے تعالیٰ نے اُنکو نبی کہکر پکارا ہو، اور ائمہ علیہم السلام نے اُس وحی کی اشاعت کی ہو اور لوگون کو اپنی نبوت کی دعوت دی ہو ورنہ خالی آپکا اونکو نبی یا نبیون سے افضل فرمانا مفید اذہان عقلا کے نہ ہوگا۔

تتمہ کلام یہ ہی کہ ابطال کے لئے صرف یہی کافی ہی کہ آپنے جو کہ ایمان تراشا ہے اُسکا وجود تمام قرآن شریف مین نہین ہے اور نہ آجتک کسی کتب سماویہ مین غیر نبی پر ایمان لانا پایا جاتا ہی، فرمائیے آپنے یہ ایمان کہان سے پایا ہی جسکی نفی قرآن شریف کر رہا ہی اور کہہ رہا ہی کہ اسکے خلاف ایمان رکھنے والے کے اعمال حبط ہونگے اور نہ صرف اعمال ہی حبط ہونگے بلکہ ایسے لوگون کے لئے قرآن کا فیصلہ ہے یا ایھا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علی رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر فقد ضل ضلالا بعیدا ؎

خاکسار حسام الدین احمد احمدی اکبرآبادی ثم بشرت گنج لکھنؤ

۱۴ر جنوری ۲۰ء

جناب مشتہر صاحب کا وہ خط جو جناب مولانا قاسم علی صاحب سابق مدیر الواعظ مرحوم کو لکھا تھا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف کو اپنے اعتراضات پر کتنا اعتماد ہے اور وہ اونکو کس درجہ ناقابل جواب خیال کرتے ہین ۔

مکرمی اڈیٹر صاحب الواعظ دام اقبالہم

السلام علیکم ۔ عید مبارک، قبلہ ماہ رجب واقعہ نگاری مین صرف ہوا ماہ صیام اطاعت گذاری مین گذر گیا، مگر حسب وعدہ آنجناب اشتہار کا جواب آپکی طرف سے نہ موصول ہوا ۔ آج قبلہ وکعبہ مداح شاہ زمن سید سبط حسن صاحب کو پھر خط لکھ رہا ہون متوقع ہون کہ جناب میرے جواب کی طرف التفات فرمائینگے ۔

اڈیٹر صاحب سہیل یمن کو بھی ذریعہ تحریر توجہ دلاتا ہون خدا کرے کہین وہی جرات کر جائین مگر امید نہین انشاء اللہ کل نواب صاحب رامپور کو بھی ایک جسٹری بھیجتا ہون دیکھون وہ کیا جواب دیتے ہیں ورنہ ایک تحریک اور اخبارون کے ذریعہ کر کے انشاء اللہ ایک مستقل ٹریکٹ مفت تقسیم کرون گا آپکی طرف سے امید ہے کہ جواب شایع وذایع ہو جائے زیادہ والسلام خیر ختام مرزا احسام

۲ر اپریل سنہ ۱۹۲۸ء

اصولِ دین اور قرآن (۱)

نمبر ۱

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی سید المرسلین وآلہ الطاہرین

تحقیق مذہب اچھی چیز ہے اگر انصاف کے ساتھ ہو، ہمارے سامنے مذہب شیعہ کے اصول پر معترضانہ سوال پیش کیا جا رہا ہے کہ "قرآن کریم صرف پانچ چیزوں کا نام لیکر اُسپر ایمان لانیکی تاکید کرتا ہے اور وہ پنجتن پاک یہ ہیں توحید، رسالت، کتب، ملائکہ معاد، پھر مذہب شیعہ کی اصول میں یہ پانچ چیزیں کیونکر قرار دی گئی ہیں کہ توحید، عدل، نبوت، امامت، قیامت یہ تعلیم اُس ایمان کے خلاف ہی جسکی قرآن نے تعلیم دی ہے"

ہم اس اعتراض کے بنیادی مطالب پر ایک تحقیقی نظر ڈالنا چاہتے ہیں، خدا کرے کہ اصل اعتراض خوش نیتی اور انصاف پر مبنی ہو ورنہ عالم کی دلیلیں اور دنیا کے حجج دبراہین بیکار ہیں،

قرآن میں اصول دین کی تصریح

توحید و نبوت و معاد باجماع امت اصول دین میں داخل ہیں اور کوئی مسلمان اس سے

(۱) الواعظ لکھنؤ جولائی ۱۹۳۶ء ج، نمبر۷

انکار نہین کرسکتا مگر کیا قرآن مجید سے کوئی ایسی آیت پیش کیجاسکتی ہے جو صاف صاف ان چیزون کو اصول دین مین داخل کرتی ہو۔ یقیناً اگر تمام قرآن کی صفحہ گردانی کیجائے اور حفاظ قرآن کی جماعت بیٹھکر ایک ایک آیت کا ورد کرے تب بھی کوئی آیت ایسی پیش نہین کی جاسکتی جس مین بتا گیا ہو کہ توحید نبوت معاد اصول دین مین داخل ہین اگر کوئی آیت قرآن مین موجود ہو تو پیش کی جائے ہم بہت اشتیاق سے منتظر ہین۔

معترض کی پیش کردہ آیت پر ایک نظر

سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیا جاتا ہو وہ یہ کہ قرآن مین پانچ چیزون پر ایمان کو خصوصیت سے بتایا گیا ہے وہ آیت یہ ہے یا ایھا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علی رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر فقد ضل ضلالا بعیدا (سورۂ نساء) اس آیت مین پانچ چیزون کو اصول دین بتلایا گیا ہے لہذا جو شخص اس سے زیادہ کسی چیز کا عقیدہ رکھے وہ من یکفر بالایمان فقد حبط عملہ کا مصداق ہے۔"

اس بات کو جانے دو کہ من یکفر بالایمان کے معنی یہ ہین "جو شخص ان چیزونکا انکار کرتا ہے اُس کا عمل حبط ہوگا" نہ یہ کہ جو ان چیزون کے اعتقاد کے ساتھ کسی اور چیز کا اعتقاد بھی رکھے اسکا عمل رائیگان کردیا جائیگا۔ لیکن معترض سے یہ سوال ہے کہ کیا جس چیز پر قرآن مین ایمان کی ہدایت کی گئی ہو یا جس چیز کے کفر پر ملامت کی گئی ہو

وہ اصول دین مین داخل ہے، اگر یہ معیار تسلیم کرلیا جائے تو ہم اصول دین آپکو گنوائے دیتے ہین جس سے معلوم ہوگا کہ آپکے مذکورہ اصول کے علاوہ کتنی چیزین قرآن سے ثابت ہوجاتی ہین،

پہلی آیت صفحہ اُلٹنے کی ضرورت نہین سورۂ بقر کی دوسری آیت ملاحظہ ہو،

الم ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناھم ینفقون والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون ۝

اس کتاب (قرآن) مین کسی شک کی گنجایش نہین، یہ ہدایت کا ذریعہ ہے اُن باتقوی لوگون کے لئے جو غیب پر ایمان لاتی ہین اور نماز پڑھتے ہین اور جو کچھ ہمنے انکو دیا ہے اُسمین سے انفاق کرتے ہین اور

وہ کہ جو ایمان لائے ہین اُس کتاب کے ساتھ جو تم پر نازل ہوئی ہے اور تمھارے قبل اُتری تھی اور آخرت کے ساتھ یقین رکھتے ہین۔

اس آیت مین معترض کے تذکرہ بالا پانچ اصول کے علاوہ غیب پر ایمان کا بھی تذکرہ ہے، اگر بعض اکابر مفسرین کی موافقت مین غیب کے معنی امام غائب کے مان لئے جائین تو پھر فیصلہ ہے، معترض کی محنت پر بالکل پانی پھر جائیگا اور امامت اصول دین مین ثابت ہوجائے گی لیکن اگر اس سے قطع نظر کیا جائے تب بھی اصول خمسہ کے علاوہ ایک چھٹی چیز (غیب) ثابت ہوگئی اور لطف یہ ہے کہ اسی کے بعد صاف اعلان کیا گیا ہے کہ

اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون ۝

(یعنی) یہ لوگ جو مذکورہ بالا چیزون پر ایمان لاتے ہین یہی اپنے پروردگار کیطرف سے ہدایت پر ہین اور یہی نجات پانے والے ہین" جس سے معلوم ہوتا ہی کہ ایمان کا معیار یہی چیزین ہین۔

دوسری آیت ان الذین لایؤمنون بایات اللہ لایہدیھم اللہ ولھم عذاب الیم (سورہ نحل) جو لوگ خدا کے آیات پر ایمان نہین لاتے انکو خدا ہدایت نہین کرتا اور اُنکے لئے عذاب دردناک مقرر ہے۔

اس مضمون کے آیات بہت ہین جن ہین آیات قرآن پر ایمان کی دعوت دی گئی یا اُسکے کفر پر تہدید کی گئی ہے قل یا اھل الکتاب لم تکفرون بایاتا (سورہ آل عمران) ان الذین کفروا بایاتنا سوف نصلیھم نارا (سورہ نسآء) باء والغضب من اللہ وضربت علیھم المسکنۃ ذلک بانھم کانوا یکفرون بایات اللہ (سورہ آل عمران) انما یفتری الکذب الذین لایومنون بایات اللہ (سورہ نحل) یاعباد لاخوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون الذین امنوا بایاتنا وکانوا مسلمین (سورہ زخرف) واذا جاءک الذین یؤمنون بایاتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ (سورہ انعام) رحمتی وسعت کل شئی فساکتبھا للذین یتقون ویوتون الزکوۃ والذین ھم بایاتنا یومنون (سورہ اعراف) ان الذین ھم من خشیۃ ربھم مشفقون والذین ھم بایات ربھم یومنون (سورہ مومنون) کفروا

بایات اللہ فاخذھم اللہ بذنوبھم (سورۂ انفال) ذلک جزاءھم بانھم کفروا بایاتنا (سورۂ اسراء) اولئک الذین کفروا بایات ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم (سورۂ کہف) وکذلک نجزی من اسرف ولم یومن بایات ربہ ولعذاب الاخرۃ اشد وابقیٰ (سورۂ طٰہٰ)

یہ توہم کیا جاسکتا ہے کہ خدا کی آیات پر ایمان کتب پر ایمان کا مرادف ہے نئی چیز نہین لیکن یہ توہم درست نہین ہے کیونکہ اول تو آیات الٰہیہ کے معنی ہین خدا کی نشانیان جس سے مراد معجزات وعجائب قدرت ہین۔ لہذا ایمان بالکتب سے کوئی ربط نہین ہے، دوسرے اگر تسلیم کرلیا جائے کہ اس سے مراد آیات لفظیہ ہین تب بھی ایمان بالکتب سے مراد یہ ہے کہ اجمالی طور سے اعتقاد رکھے کہ مثلاً توریت وانجیل وزبور خدا کی طرف سے نازل ہوئی کتابین ہین لیکن ایمان بالآیات سے مضامین آیات الٰہیہ اور انکے مطالب کا اعتقاد مراد ہے' ان دونون مین زمین وآسمان کا فرق ہے، دیکھو یہ ساتوین اصل ہے جس کو قرآن بتلا رہا ہے۔

تیسری آیت

فامنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یومن باللہ وکلماتہ (سورۂ اعراف)	ایمان لاؤ خدا کے ساتھ اور اُسکے اُس نبی اُمّی رسول کے ساتھ جو خدا پر اور اُسکے کلمات پر ایمان لائے ہوئے ہے

اس آیت مین اُن پانچ چیزون کے علاوہ کلمات خدا پر ایمان لانیکا ذکر ہی

چوتھی آیت قل ارایتم ان اتٰکم عذابہ بیاتا او نھارا ماذا یستعجل منہ المجرمون اثم اذا ما وقع اٰمنتم بہ الاٰن وقد کنتم بہ تستعجلون (سورۂ یونس)

کہو کیا تم دیکھتے ہو کہ اگر عذاب خدا شب یا روز مین کسی وقت تم پر آجائے تو کونسی چیز وہ تھی جس کے لئے گناہ گار جلدی کرتے تھے؟ کیا بعد اسکے کہ عذاب آگیا اُسکے ساتھ ایمان لاتے ہو؟ اب اُس پر ایمان لاتے ہو؟! حالانکہ اسی کے لئے تم جلدی کرتے تھے،

اس آیت مین عذاب خدا پر ایمان نہ لانیوالون کو تنبیہ کی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ بعد از وقت ایمان لانے سے کوئی فائدہ نہیں، یہ نوین چیز ہے۔

پانچوین آیت افبالباطل یومنون وبنعمۃ اللہ ھم یکفرون (سورۂ نحل)

کیا یہ (کفار) باطل پر تو ایمان لاتے ہین اور خدا کی نعمت کے ساتھ کفر اختیار کرتے ہین،

اس مضمون کی آیتین متعدد ہین جنمین نعمات خدا کے کفر پر عذاب سے ڈرایا گیا ہے افبالباطل یومنون وبنعمۃ اللہ یکفرون (سورۂ عنکبوت)

ضرب اللہ مثلا قریۃ کانت اٰمنۃ مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغدا من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون (سورہ نحل)

یہان خدا کی نعمت پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے کیا یہ اُن پانچ چیزون

کے علاوہ نہین ہے ؟

آیات مذکورہ سے معترض کے بیان کئے ہوئے اصول خمسہ" توحید، رسالت، کتب، ملائکہ، معاد، کے علاوہ پانچ چیزین اور ثابت ہوئین (۱) غیب (۲) آیات الٰہیہ یعنی معجزات وعجائب قدرت (۳) کلمات خدا اس کی تفسیر عموماً مخلوقات الٰہیہ سے ہوئی ہے اور ایک تفسیر کی بنا پر مخصوص مقرب بندے خدا کے مراد ہین انبیا و رسل کی قید نہین تا کہ کہا جائے یہ رسالت کی طرف راجع ہی (۴) عذاب خدا۔ (۵) نعمات الٰہیہ،

اگر معرفت رکھتے ہو تو امام کو سب سے بڑی نعمت خدا کی سمجھو اسلئے کہ دنیا وی نظام زندگانی کے علاوہ حیات ابدی اُسکے وجود پر موقوف ہے اور اتممت علیکم نعمتی کہکر خدا نے بھی اُسپر نعمت کا اطلاق کیا ہے پھر تو نعمات الٰہیہ کے ذیل مین مذکورۂ بالا آیات مبارکہ صاف صاف امام پر ایمان لانے کی دعوت دینگے اور اپنا مذکورۂ بالا اصول کہ جس پر ایمان کو خدا نے بتلایا وہ اصول مین داخل ہے جاری کرو تو امامت کا اعتقاد تم کو اصول دین مین دکھلائی دیگا،

آیات مذکورہ کا نتیجہ ان مسلسل آیات کے نقل کرنے سے ہماری غرض دو باتون کا ثابت کرنا تھا جو ہر بابصیرت پر واضح ہین۔

(۱) معترض کا خیال کہ سوائے توحید و رسالت و کتب و ملائکہ و معاد کے کسی چیز پر ایمان رکھنا جائز نہین ہے اور جو شخص اس سے زیادہ کسی چیز کا اعتقاد رکھے

وہ من یکفر بالایمان فقد حبط عملہ کا مصداق ہے" خود قرآن مجید کی رو سے باطل ہو گیا اور معلوم ہوا کہ خود کلام الٰہی نے علاوہ ان پانچ چیزوں کے بعض اشیاء پر ایمان کی ہدایت کی ہے، لہذا یہ کلیہ درست نہیں ہے،

(۳) معلوم ہوا کہ اصول دین کا معیار یہ نہیں ہے کہ جس چیز پر ایمان کا خدا نے حکم دیا جسکے انکار پر تہدید کی ہو وہ اصول دین میں داخل ہو ورنہ پانچ اصول دین کے بجائے دس اصول دین کا اقرار کرنا پڑیگا جو تمام عالم اسلامی کے مسلمہ کے خلاف ہے۔

احادیث رسول سے ہمارے مدعا کی تائید

معترض کا خیال ہے کہ "گذشتہ پانچ اصول کے علاوہ کسی چیز کو ایمان میں دخل نہیں ہو سکتا، اگرچہ محبت اہلبیت یا کوئی اور عمل فریضہ کیوں نہ ہو لیکن رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احادیث ہم کو معترض کے ساتھ ہم آواز نہیں ہونے دیسکتے لطف یہ ہے کہ معترض صاحب نے بہت سادگی کے ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ "آنحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کی فعلی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کو مسلمان بنایا تو اسکو آپ نے اسی ایمان کی تلقین فرمائی جس کو قرآن کریم نے ظاہر فرمایا ہے اور اُس ایمان لانے والے کو بھی سخت ہدایت فرمائی کہ خبردار بجز نبیوں کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لانا"

اگر مذکورۂ بالا عبارت معترض کی نہ ہوتی تو ہم کو بھی احادیث رسول کے پیش کرنے

کی جرأت نہوتی کیونکہ ہمارا خیال تھا کہ وہ حسبنا کتاب اللہ کی رو سے سوائے قرآن کے کسی چیز کو سننا پسند نہ کرینگے لیکن اس عبارت نے ہم کو جرأت دلائی کہ ہم کتب حدیث واخبار پر بھی ایک سرسری نظر ڈالین۔

اب ذیل کے احادیث پر سلسل نظر ڈالو اور دیکھو کہ رسولؐ نے علاوہ گذشتہ پانچ باتون کے کسی شئے کو ایمان مین دخیل بتایا ہے؟

پہلی حدیث عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ والناس اجمعین ط

انس سے روایت ہو کہ رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ تم مین سے کوئی شخص مومن نہین ہوسکتا تاوقتیکہ میری محبت اسکو باپ اور اولاد اور تمام خلق سے زیادہ نہو۔

اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم دونون نے صحیحین مین وارد کیا ہی۔

دوسری حدیث۔ حافظ بیہقی اور ابوالشیخ اور دیلمی نے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا۔

لایومن عبد حتی اکون احب الیہ من نفسہ وتکون عترتی احب الیہ من عترتہ وتکون اھلی احب الیہ من اھلہ وتکون ذاتی احب الیہ من ذاتہ

کوئی بندہ خدا مومن نہین ہوسکتا تاوقتیکہ مین اسکو اسکے نفس سے زیادہ اور میری اولاد اسکی اولاد سے زیادہ اور میرے اہلبیت اسکے اہلبیت سے زیادہ اور میری ذات اسکی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو۔

تیسری حدیث ۔ حضرت رسول ؐ نے عباس بن عبدالمطلب سے ایک موقع پر ارشاد فرمایا ۔

لا یدخل قلب رجل الایمان حتے یحبکم للہ ورسولہ
کسی شخص کے دل مین ایمان نہین داخل ہوسکتا تا وقتیکہ تم لوگون کی محبت خدا اور اُسکے رسول کی خاطر نہ رکھتا ہو اس روایت کو حافظ سخاوی نے روایت کیا ہے

چوتھی حدیث مابال اقوام یتحدثون فاذا راوا الرجل من اھلبیتی قطعوا حدیثھم واللہ لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبھم للہ ولقرابتھم منی ،
کیا حال ہو اُن لوگون کا جو باتین کرتے کرتے ادہر میرے اہلبیت مین سے کسی کو دیکھ لیتے ہین باتین موقوف کردیتے ہین خدا کی قسم کسی شخص کے دل مین ایمان نہین پہونچ سکتا تا وقتیکہ خدا کی خاطر اور میری قرابتداری کے پاس سے ان لوگون کی محبت نہ رکھتا ہو ،

علامۂ سیوطی نے خصائص کبریٰ مین اس روایت کو نقل کیا ہے ،

پانچوین حدیث والذی نفسی بیدہٖ لا یدخلون الجنۃ حتی یؤمنوا ولا یؤمنون حتی یحبوکم للہ ولرسولہ
خدا کی قسم یہ لوگ جنت مین نہین پہنچسکتے تا وقتیکہ ایمان نہ لائین اور ایمان حاصل نہین ہوسکتا تا وقتیکہ خدا اور رسول کی خاطر سے تمھاری محبت نہ رکھین ،

چھٹی حدیث والذی نفسی بیدہ
خدا کی قسم کوئی شخص ایمان نہین لاسکتا تا وقتیکہ

لا یومن عبد حتی یحبنی ولا یحبنی حتی یحب ذوتی۔ مجھے دوست نہ رکھے اور مجھے دوست نہین رکھ سکتا مگر یہ کہ میرے والون کو (اہلبیت کو) دوست رکھے،

ان تمام روایات کو علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ مین بھی نقل کیا ہے یہ احادیث کہ جنکو حفاظ و محدثین نے اپنے صحاح و مسانید مین درج کیا ہے اور جنمین سے بعض صحیحین مین بھی مذکور ہین صاف بتلاتے ہین کہ محبت رسولؐ و اہلبیت ارکان ایمان مین داخل ہے۔ اسکے بعد معترض کا یہ کہنا کہ رسولؐ نے ایمان کی تلقین مین کبھی کسی چیز کا علاوہ پانچ چیزون کے ذکر نہین فرمایا کہانتک وقعت رکھ سکتا ہے۔ رہ گیا یہ خیال کہ رسولؐ جب کسی کو مسلمان بناتے تھے تو سوائے ان پانچ چیزوں کے کسی بات کا تذکرہ نہ کرتے اس بنا پر قابل وقعت نہین کہ رسالتمآبؐ کا طریقہ تبلیغ یہ تھا کہ ارکان ایمان تدریجی طور پر بتلایا کرتے تھے ورنہ وہ جاہل عرب جو ابھی کل کی بات ہی بتوں کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے چلا آرہا ہو اور اپنے عیش و عشرت مین مذہب کے قیود سے آزاد تھا اُسپر اگر ایکا ایکی بہت سی پابندیاں عائد ہوجائیں تو یقیناً وہ اس بار کو قبول نہین کر سکتا رسولؐ کے اوائل زمان بعثت پر نظر کرو تاریخ و حدیث بتلائیگی کہ رسولؐ کا تبلیغی اعلان صرف اتنا تھا قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا بس خدا کو ایک مان لو نجات پاؤگے،، تو کیا کہا جاسکتا ہے کہ ایمان صرف توحید کا نام ہے اسکے بعد بھی جب حضرت نے تبلیغ فرمائی تو یہی تدریجی اصول جاری رہا معترض صاحب پانچ چیزون کو اصول دین تسلیم کرتے ہین لیکن ہم مشتاق ہین کہ وہ کوئی واقعہ ایسا

پیش کر سکین جہان حضرت رسولؐ نے کسی نو مسلم کو ان پانچ چیزون کی تعلیم دی ہو جہانتک واقعات بتلاتے ہین حضرت ان نو مسلمین کو صرف توحید و نبوت کے اعتقاد کو بتلا کر کچھ عملی عبادات صلواۃ و زکوۃ وغیرہ کی ہدایت کر دیا کرتے تھے بس، دیکھو صحیح بخاری حضرت نے فرمایا من شہد ان لا الہ الا اللہ و استقبل قبلتنا و صلّی صلوتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم (۲) صحیح بخاری مین ابن عباس سے روایت ہے کہ رسالتمآب نے وفد عبد القیس کو ایمان باللہ وحدہ کا حکم دیا پھر فرمایا اتدرون ما الایمان باللہ وحدہ قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ و اقام الصلوۃ الخ (۳) نیز امام بخاری نے صحیح مین ابن عباس سے روایت کی ہی کہ رسالتمآب نے معاذ بن جبل کو یمن بھیجا اور فرمایا انک ستاتی قوما اہل کتاب فاذا جئتہم فادعہم الی ان یشہدوا ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ فان اطاعوا لک بذلک فاخبرہم ان اللہ قد فرض علیہم خمس صلوات (۴) صحیح مسلم مین جنگ خیبر کا تذکرہ کرتے ہوئے روایت کی ہے کہ حضرت رسول نے امیر المومنین علی ابن ابیطالب سے فرمایا قاتلہم حتی یشہدوا ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ فاذا فعلوا ذلک فقد منعوا منک دماءھم معلوم ہوا کہ رسالتمآبؐ کے طرز عمل سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اصول دین اسی تعداد مین منحصر ہین بہت بڑی غلطی ہے گذشتہ احادیث سے ثابت ہو گیا کہ علاوہ اُن پانچ چیزون کے جنکو معترض نے ذکر کیا ہے محبت اہلبیت بھی

ایمان کا ایک رکن اعظم ہی،

مرزا صاحب قادیانی کی تصریحات سے معترض کی زبان بندی

اعتراض چونکہ اُس فرقہ کی طرف سے ہی جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا حلقہ بگوش ہے لہذا اس موقع پر موضوع کلام کے متعلق مرزا صاحب کے کچھ بیانات کا نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا معترض صاحب کا بیان ہے کہ توحید و رسالت، کتب، ملائکہ، معاد ان پانچ چیزون کے علاوہ کسی چیز کا ایمان جائز نہین ہے جس کو ہم قرآن وحدیث کی روشنی مین باطل کر چکے لیکن اب دیکھنا چاہتے ہین کہ مرزا صاحب نے ان پانچ چیزون کے علاوہ کبھی کسی اور چیز کا ایمان خود رکھا یا اپنے متبعین کو ہدایت فرمائی یا نہین، ہم کو اُنکے تصریحات سے اُن اصول خمسہ کے علاوہ کچھ امور ملتے ہین جنپر ایمان کا اُنکو اعتراف تھا اور اپنے اتباعون کو بھی تعلیم دی۔

حمامۃ البشریٰ ایک کتاب ہی جو ممدوح نے عربی زبان مین اہل مکہ کی ہدایت کیلئے سنہ ۱۳۱۱ھ مین تصنیف فرمائی ہی اور وہ پنجاب مین شایع ہوئی ہے اور اُس مین ممدوح نے تفصیل سے اپنے عقائد اور تبلیغی تعلیمات تحریر کیے ہین اُس کا صفحہ ۸ ملاحظہ ہو۔

ان ھولاء قد افتروا علی وقالوا ان	یہ لوگ (علمائے اسلام) مجھ پر افترا باندھتے
ھذا الرجل یدعی انہ نبی ویقول فی	ہین اور کہتے ہین کہ یہ شخص دعوی نبوت
شان عیسی بن مریم کلمات الاستخفاف	کرتا ہی اور عیسی بن مریم کی شان مین

ویقول انه توفی ودفن فی ارض
الشام ولایؤمن بمعجزاته ولا
یؤمن بانه خالق الطیور ومحیی الاموات
وعالم الغیب وحی قائم الی الان فی
السماء ولایؤمن بان الله قد خصه
وامه بالمعصومیة التامة من
مس الشیطان ومن کل ماهو من
لوازم المس ولایقر بانهما مخصوصان
متفردان فی العصمة المذکورة
لاشریک لهما فیها احد من الرسل
والنبیین ویقولون ان هذا الرجل
لایؤمن بالملائکة ونزولهم وصعودهم
ویحسب الشمس والقمر والنجوم
اجسام الملائکة ولایعتقد بان
محمداً خاتم الانبیاء ومنتهی المرسلین
لانبی بعده وهو خاتم النبیین
فهذا کلها مفتریات وتحریفات

اہانت آمیز کلمے کہتا ہے اور کہتا
ہے کہ وہ مر گئے ہین اور زمین شام
مین دفن ہوئے ہین اور انکی معجزات
پر ایمان نہین لاتا اور اس بات پر
ایمان نہین لاتا کہ وہ طیور کے خالق
تھے اور مردون کو زندہ کرتے تھے
اور غیب کی باتون کو جانتے تھے،
اور زندہ اسوقت تک آسمان پر موجود
ہین اور ایمان نہین لاتا اس بات پر
کہ خدا نے اونکو اور اونکی مان کو عصمت
کاملہ کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اقرار نہین
کرتا کہ وہ تمام انبیاء ورسل کی ابہین اس صفت کے
ساتھ مخصوص ہین اور کہتے ہین کہ یہ شخص ملائکہ
اور انکے آسمان سے اترنے چڑھنے پر ایمان نہین لاتا
اور آفتاب و ماہتاب و ستارون کو اجسام ملائکہ
خیال کرتا ہے اور حضرت محمد مصطفے کو خاتم الانبیاء
اور آخری رسول کہ جسکے بعد کبھی دین نہ ہوسکتا
نہین مانتا یہ سب باتین بیہودہ اور افترا ہین

سبحان ربی ما تکلمت مثل ھذا ان ھو الا کذب واللہ یعلم انھم من الدجالین ۵	سبحان اللہ مین نے کبھی ایسی باتین نہین کہین اور خدا شاہد ہے کہ یہ لوگ دجال ہین۔

اس عبارت سے صاف ثابت ہی کہ علمائے اہل اسلام کا یہ کہنا کہ یہ شخص معجزات عیسیٰ اور اُنکے خلق طیور وغیرہ پر ایمان نہین رکھتا بہتان، افترا جھوٹ، ہے اور وہ لوگ اسکی وجہ سے دجال سمجھے جانے کے قابل ہین، حقیقۃً وہ لوگ سچ کہتے ہین یا جھوٹ اور واقعًا اِن عقائد کی نسبت مرزا صاحب کی طرف درست ہی یا نہین؟ سچ تو یہ ہے کہ یہ تمام باتین مرزا صاحب کی کتابون سے ثابت ہین اور اُنکے اقوال علمائے اسلام کے مذکورہ بیانات کی دلیل ہین پھر نہ معلوم اُن بیچارون نے کیا قصور کیا کہ وہ کاذب مفتری، دجال بنا دیئے گئے لیکن اس سے ہم کو یہان کام نہین، اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا مذکورۂ ذیل چیزون پر ایمان تھا (۱) حضرت عیسیٰ کے معجزات (۲) اُنکا خالق طیور ہونا (۳) اُن کا مردون کو زندہ کرنا (۴) اُنکا غیب کی باتون سے خبر دینا (۵) خدا کا اون کو مس شیطان سے معصوم بنانا۔ (۶) حضرت رسولؐ کا خاتم النبیین ہونا اور یہ کہ اُنکے بعد کوئی نبی آنے والا نہین اب معترض صاحب سے پوچھو کہ یہ باتین اُن اصول خمسہ کے علاوہ ہین یا نہین اور جبکہ مرزا صاحب کا ایمان ان باتون پر خود اُنکے اقرار سے ثابت ہے تو وہ من یکفر بالایمان فقد حبط عملہ کے مصداق ہوئے یا نہین؟

مرزا صاحب کی صریح ترین عبارت۔ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱۹ ملاحظہ ہو،

واذا قیل لھم امنوا بما صرح اللہ	جب ان لوگون سے کہا جاتا ہے کہ ایمان
فی کتابہ من وفاۃ المسیح وضلالۃ	لاؤ اُس شئے کے ساتھ جس کی خدا نے
النصاریٰ بعد وفاتہ لا فی زمن حیاتہ	اپنی کتاب مین تصریح کی ہے یعنی مسیح کی
قالوا انؤمن بمعانی تخالف الاحادیث	وفات اور نصاریٰ کا اُنکی وفات کے بعد
وقد کانوا یعلمون الناس ان الخبر	گمراہ ہوجانا نہ اُنکی زمانِ حیات مین تو
الواحد یرد بمعارضۃ کتاب اللہ فنسوا	وہ لوگ کہتے ہین کہ کیا ہم ایمان لائین ایسے
ما ذکروا الناس و انقلبوا الی الجھل	مطالب پر جو احادیث کے خلاف ہین۔
بعد ما کانوا عالمین۔	حالانکہ تمام لوگ جانتے ہین کہ خبر واحد

کتاب خدا کے مقابلہ مین رد کردی جاتی ہے، یہ لوگ بھول گئے اُس چیز کو جو لوگون کو یاد دلائی گئی تھی اور جہالت کی طرف پلٹ گئے بعد اسکے کہ عالم تھے،

اس عبارت مین صاف صاف مرزا صاحب نے دو باتون پر ایمان کی دعوت دی ہے ایک یہ کہ حضرت مسیح کی وفات ہوگئی ہے، دوسرے یہ کہ تمام نصاریٰ عیسیٰ کی وفات کے بعد گمراہ ہوگئے اب معترض صاحب ہمین بتلائین کہ وفات مسیح اور نصارے کا گمراہ ہونا اُنکے تبلائے ہوئے اصول خمسہ مین سے کس اصل مین داخل ہے؟

اب کیا ہمین معترض کو اُنہی کی صدائے بازگشت سنانے کا حق نہین ہے کہ "مرزا صاحب نے جو ایمان تراشا ہے اسکا وجود تمام قرآن شریف مین نہین ہے۔ اب فرمائیے۔

یہ ایمان آپ نے کہاں سے پایا ہے جسکی نفی قرآن شریف کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اسکے خلاف ایمان رکھنے والے کے اعمال حبط ہوں گے الخ

غیر نبی پر ایمان - معترض صاحب نے بہت زور و شور سے اس بات کا دعوے کیا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو مسلمان بنایا تو سخت ہدایت فرمائی کہ خبردار بجز نبیوں کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لانا" یہ سخت ہدایت کس کتاب صحیح یا مسند یا تاریخ و سیرت میں مذکور ہے ؟ اسکا پتہ نہیں، پھر تحریر فرماتے ہیں کہ "آجتک کسی کتب سماویہ میں کسی غیر نبی پر ایمان لانا نہیں پایا جاتا" لیکن جب انکے مجدد دین و مقتدائے ملت مرزا صاحب کے اقوال پر نظر کی جاتی ہے تو انکی تعلیم اس کے خلاف نظر آتی ہے، اگر کسی غیر نبی پر ایمان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا ہے اور کسی کتاب سماوی میں غیر نبی پر ایمان لانا نہیں پایا جاتا تو مرزا صاحب اپنے اوپر ایمان کی کس بنا پر دعوت دیتے تھے اور کس لئے ان بیچارے علمائے اسلام کو جو آپ کی مجددیت کے مقر نہ تھے آپ نے یہود و نصاریٰ اور دجال کا لقب دیا ہے، حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸ میں آپ نے اپنا الہام نقل فرمایا ہے لن ترضیٰ عنک الیہود ولا النصاریٰ ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین (یعنی) تم سے یہود اور نصاریٰ کبھی رضی نہ ہونگے وہ تمھارے ساتھ فریب کاری کرتے ہیں اور خدا انکے ساتھ اور خدا سب سے بہتر مکر کرنے والا ہے" آپ اس الہام کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

فادخل اللہ سبحانہ فی لفظ الیہود	خدا نے یہودیون کی لفظ کے اندر اُن
معشر علماء الاسلام الذین تشابہ	علمائے اسلام کو داخل کیا ہے جن پر
الامر علیھم کالیہود وتشابھت القلوب	امر حق (مرزا صاحب کی مجددیت) مشل
والعادات والجذبات والکلمات من	یہودیون کے مشتبہ ہوگیا ہے اور ان
نوع المکائد والبھتانات والافتراءات	لوگون کے دل اور عادتین اور جذبات

اور کلمات اور طرح طرح کے مکر وفریب اور بہتان وافترا یہودیون سے مشابہ ہین،

اب بتاؤ جبکہ غیر نبی پر ایمان کی ممانعت ہوچکی ہے اور کسی کتاب سماوی مین وارد نہین تو اُن غریب علمائے اسلام نے کیا قصور کیا کہ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائے،

غیر نبی پر ایمان کا ایک اور ثبوت صفحہ ۸ احمامۃ البشریٰ ملاحظہ ہو

واما السلف الصالح فما تکلموا فی ھذہ	رہ گئے سلف صالحین اونھون نے اس
المسئلۃ تفصیلا بل آمنوا مجملا بان	مسئلہ (نزول عیسیٰ) مین تفصیل سے
المسیح عیسی بن مریم قد توفی کما	کلام نہین کیا بلکہ مجملا ایمان رکھتے تھے کہ
ورد فی القرآن وآمنوا بمجدد یاتی	مسیح عیسی بن مریم وفات پاگئے ہین جیسا کہ
من ھذہ الامۃ فی آخر الزمان عند	قرآن مین موجود ہے اور وہ ایمان رکھتے
غلبۃ النصاری علی وجہ الارض اسمہ	تھے ایک مجدد پر جو اس اُمت مین سے
عیسی بن مریم ؎	روئے زمین پر نصاریٰ کے غلبہ کے وقت

آنیوالا تھا کہ اُسکا نام عیسیٰ بن مریم ہے،

اب بتاؤ کہ غیر نبی پر ایمان تو شریعت کے منافی اور کتب سماویہ کے خلاف ہے پھر یہ ارباب سلف جنکو مرزا صاحب بھی سلف صالحین کا خطاب دیتے ہین کیونکر مجدد آخر الزمان پر ایمان رکھتے تھے؟

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سلف صالح غیر نبی پر ایمان لانا جائز سمجھتے تھے اور مرزا صاحب نے بھی اُسکا امضا کیا ہے بلکہ اُس پر دعوت دی ہے،

اگر کہا جائے کہ مرزا صاحب خود اپنے تئین نبی سمجھتے تھے اور یہ مجدد جس پر سلف صالح کا ایمان تھا نبی ہونے والا تھا لہذا اُس پر ایمان کی دعوت دینا غیر نبی پر ایمان نہین کہا جاسکتا" تو یہ جواب بالکل پا در ہوا ہے کیونکہ مرزا صاحب نے اس مجدد کی جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہے اور جسکو مرزا صاحب خود اپنی ذات سمجھتے تھے نبوت سے انکار کیا ہے دیکھو حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۰

کیف یجیئ نبی بعد رسولنا فقد انقطع	ہمارے رسول کے بعد کوئی نبی کیونکر
الوحی بعد وفاتہ وختم اللہ بہ النبیین ؀	آسکتا ہی حالانکہ اُنکی وفات کے بعد وحی

منقطع ہوگئی اور خدا نے اُنپر انبیاء کو ختم کردیا،

اصول دین کا حقیقی معیار

جبکہ معترض صاحب کا بیان کیا ہوا معیار قرآن وحدیث کے قطعی ادلہ سے

باطل ہو گیا تو اب غور کرنے کی ضرورت ہے کہ واقعاً اصول دین کا معیار کیا ہے؛
کسی چیز کا حقیقی معیار سمجھنے کے لئے ضرورت ہے کہ اس کے معنی سمجھ لئے جائین؛
اصول دین کی لفظ ایک مرکب اضافی جملہ کی حیثیت رکھتی ہے جس کے معنی
مفردات کی تحقیق پر موقوف ہین (دین) کے معنی مایتعبد بہ اللہ عز وجل
وہ شئی جسکے ذریعہ سے خدا کی عبودیت کا اظہار ہو (قاموس طبع طہران صفحہ ۵۹۱) اور
قرآن نے ان الدین عند اللہ الاسلام کہکر دین کے معنی کی تشریح کردی کہ
اس سے مراد صرف اسلام ہے اصول کی لفظ اصل کی جمع ہے اور اسکے معنی ہین
مایبتنی علیہ الشئ یعنی جس کے اوپر کسی شئے کی بناء قائم ہو اسی وجہ سے درخت
کا وہ پائینی حصہ جسکے ریشہ دور تک زمین مین پھیلے ہوئے ہوتے ہین اسکو اصل
کہا جاتا ہے اسکے مقابل فروع دین ہین اور فروع سے مراد درخت کی وہ شاخین ہوتی
ہین جو جڑ کے اوپر سے روئیدہ ہوکر بلند ہوتی ہین، اصل اور فرع کے خصوصیات
ہر شخص جانتا ہی جب تک جڑ قائم ہو اسوقت تک شاخین ہوسکتی ہین لیکن اگر جڑ
فنا ہو جائے تو پورا درخت زمین پر آرہیگا اسی طرح پہلے جڑ مضبوط ہو اسکے بعد شاخین
روئیدہ ہوسکتی ہین لیکن اگر جڑ موجود نہ ہو تو محال ہے شاخین موجود ہوسکین فروع
دین کی اصطلاح سمجھنے پر اصول دین کے معنی خود بخود واضح ہو جائینگے کیونکہ اصول
انھی بنیادونکا نام ہے جن پر وہ شاخین قائم ہین، فروع دین سے مراد وہ عبادات و
طاعات عملیہ ہین جو خدا کی طرف سے بندون پر واجب ہین نماز، روزہ، حج، زکوۃ،

جہاد وغیرہ ان احکام شرعیہ کو فروع دین کہتے ہین، اب اصول دین سے مراد وہ عقائد سمجھ لو کہ جن پر ان چیزون کی بنا ہے کہ اگر وہ مضبوط نہون تو شرعی احکام اور اسلامی عبادات اپنی اصلی شکل اصلی صورت پر موجود نہین ہو سکتے، اب اصول دین کا معیار معلوم ہو گیا قرآن و حدیث سے جن عقائد کا یقین رکھنا ضروری معلوم ہو ان پر ایک نظر ڈالو جن چیزون پر احکام شرعیہ کا پہونچنا اور حقیقی طور سے اس پر عمل پیرا ہونا موقوف ہو وہ اصول دین ہین اور بقیہ اصول دین سے خارج ہون گے اسکے لئے صرف اصل عقیدہ کا قرآن و حدیث وغیرہ سے ثابت ہونا ضروری ہے لیکن اصول دین مین سے ہونا اوسکا کسی تصریح کا محتاج نہین، خود اس معیار پر جانچ لو،

مسئلہ امامت کی مختصر تحقیق

جب اصول دین کا معیار معلوم ہو گیا تو اب دیکھو کہ اس کے تحت مین کون کون سے عقائد مندرج ہو سکتے ہین؟ توحید و نبوت اور معاد پر اجماع مسلمین ہے اور سب اسکے قائل ہین کیون؟ اسلئے کہ فروع دین اون احکام کا نام ہے جو شارع مقدس کی طرف سے اسکے بندون پر واجب ہین اگر اصل شارع حقیقی خداوند عالم کا وجود اور مبلغ شریعت کی نبوت ہی نہ ثابت ہو تو احکام شرعیہ کیسے؟ اسی طرح اگر حشر و نشر اور اطاعت پر ثواب اور مخالفت پر عقاب کا کوئی دن تسلیم نہ کیا جائے تو وجوب و حرمت بے اثر اور احکام شرعیہ الفاظ بے معنی کا مجموعہ ہونگے لہذا احکام شرعیہ مترتب ہین

توحید، نبوت، معاد، پر ادرہی منشار ہے کہ ادنکو مسلمہ طور پر اصول دین مانا جاتا ہی لیکن دو چیزین ایسی ہین جنکے اصول دین کے اندر مندرج ہونے مین برادران اسلامی نے اختلاف کیا ہی اور وہ عدل وامامت ہے لہذا ہم کو ضرورت ہے کہ اُسی معیار پر جس کی بنا پر توحید وعدل ونبوت کو اصول دین مین مانا جاتا ہی ان دو عقیدون کو بھی جانچ لین، لیکن معترض صاحب نے چونکہ خصوصیت سے امامت کے مسئلہ کو محل بحث قرار دیا ہے۔ لہذا ہمارا بھی نصب العین فعلاً وہی ہے عدل کے مسئلہ کے متعلق صرف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایک عبارت لکھنا ضروری سمجھتے ہین جس سے اُسکی اہمیت پر کافی روشنی پڑے گی؛

مرزا صاحب کی عبارت سے عدل کا ثبوت - حمامۃ البشری صفحہ ۸۷ ملاحظہ ہو،

لا یصح علیہ سبحانہ الکذب فانہ	خدا پر جھوٹ بولنا صحیح نہین ہے کیونکہ
رجس ومن النقائص والنقائص	وہ رجس ہے اور نقائص مین سے ہے
کلہا تستحیل علیہ تعالیٰ ذاتاً وعقلاً	اور نقائص سب کے سب خدا پر ذاتاً عقل وعرف
وعرفاً وقد اتفق العلماء علی ان اللہ	کی رو سے محال ہین اور علمار نے اتفاق
تعالیٰ لا یکذب ولا یخلف المیعاد و	کیا ہی کہ خدا جھوٹ نہین بولتا اور وعدہ خلافی
الکذب علیہ محال لما فیہ من امارۃ	نہین کرسکتا اور کذب اُسپر محال ہو اسلئے کہ اسمین
العجز او الجہل او العبث ولما فیہ	عاجزی یا جہالت یا بیہودگی کی علامت ہے

من زیادة نقص ویتعالی اللہ من
النقائص کلھا وکل انواعھا وجواز
الکذب فی اخبارہ تعالی ووحیہ و
الھامہ یفضی الی مفاسد لاتحصی
قال فی شرح المواقف ویمتنع علیہ
الکذب اتفاقاً ولو کان اللہ کاذباً
لکان کذبہ قدیماً اذلایقوم الحوادث
بذاتہ تعالی فکیف یکون الکذب
من صفاتہ القدیمۃ وھواصدق
الصادقین،

اور چونکہ یہ نقص ہے اور خدا تمام
نقائص سے بری ہے لہذا کذب اگر
خدا کے اخبار و وحی والہام مین جائز
ہو تو بڑے بڑے مفسدہ لازم آئین گے
شارح مواقف نے کہا ہے کہ کذب خدا پر
باتفاق محال ہے اور اگر خدا جھوٹا ہو تو
اس مین جھوٹ کی صفت قدیم ہوگی
اس لئے کہ حادث ذات قدیم مین قائم
نہین ہو سکتا پھر کذب کیونکر اس کے
صفات قدیمہ مین ہے ہو سکتا ہے حالانکہ
وہ سب سے زیادہ سچا ہے،

اب پوچھ لو کہ ظلم رجس اور نقائص مین سے ہے یا نہین اور جب نقائص کا صدور
خدا سے عقلاً بالذات محال ہے تو ظلم کو کیونکر جائز سمجھا جا سکتا ہے اور اگر ظلم کا صادر
ہونا اس سے جائز ہے تو اسکو صفت قدیمہ ہونا چاہیئے کیونکہ حادث ذات قدیم سے
قائم نہین ہوتا تو خدا کو ہمیشہ سے ظالم ماننا پڑے گا! ایسا کہنے کی صورت مین اپنے
ایمان باللہ کی تم خود خبر لیلو،

مرزا صاحب کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ خدا پر ظلم عقلاً اور عادۃ بالذات

محال ہے اور اُسکا اتصاف نہین ہوسکتا، رہا اوسکا اصول دین سے ہونا تو ظاہر ہے کہ معاد کا ثبوت اسی لئے ہے کہ عدالت کا مقتضا ہے عاصی کو اُسکے کردار کی سزا اور مطیع کو اُسکے افعال کی جزا دی جائے اور جب عدالت ہی کو خدا کے لئے لازم خیال نہ کیا تو معاد کا عقیدہ رکھنا بالکل بے دلیل ہے اور پھر جتنے احکام شرعیہ معاد پر مترتب ہین وہ بھی اصل کے باطل ہونے سے برباد ہوجائینگے سچ بتاؤ عدالت کا اصول دین مین سے ہونا ثابت ہوا یا نہین ؛

امامت کے اصول دین مین سے ہونیکا قطعی ثبوت رہ گیا امامت کا مسئلہ تو اُسکے جو کچھ براہین و ادلہ ہین وہ تو مفصل کتابون مین مرقوم ہین اور اب موقع نہین ہے کہ ہم اُنپر روشنی ڈال سکین مختصر یہ ہی کہ جس طرح نبی مبلغ شریعت ہی اور احکام کی تبلیغ کرتا ہے اُسی طرح امام حافظ شرع اور تغیر و تبدل و تحریف سے اُسکا بچانے والا ہی اور اُس سے انحراف کرنے کی صورت مین احکام اپنی اصلی صورت پر باقی نہین رہ سکتے، خدا کی حجت جو بندون پر تمام ہے کہ جسکی وجہ سے اُن کو ثواب و عقاب کا استحقاق ہوتا ہے وہ امام کے وجود سے اور اگر کسی زمانہ مین وہ موجود نہو تو لوگون پر خدا کی حجت تمام نہین حقیقی احکام شرعیہ پر جو تغیر و تبدل کی وجہ سے مخفی ہو گئے ہین ترتیب ثواب و عقاب کا موقع نہین اس کے علاوہ ہم قطعی ثبوت پیش کرتے ہین جس کے بعد شبہہ کی گنجائش نہین کہ امامت اصول دین مین داخل ہی

پہلی آیت یا ایھا الرسول بلغ اے رسول تبلیغ کرو اُس چیز کی جو تمپر

ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ — نازل ہوئی اور اگر ایسا نہیں کیا تو اسکی رسالت کو بالکل پہونچایا ہی نہیں

ابن حاتم اور ابن عساکر اور ابن مردویہ اور صاحب فتح البیان و امام فخر الدین رازی و علامہ نیشاپوری و مورخ حبیب السیر و حافظ ابو نعیم اصفہانی و علامہ عینی شارح صحیح بخاری و امام واحدی و علامہ سیوطی و نظام اعرج و صاحب سیرۃ حلبیہ و ابو بکر نقاش و امام ثعلبی اور دیگر مفسرین کی تصریح کے موافق یہ آیت امیر المومنینؑ کی امامت کے متعلق وارد ہوئی ہے اور اہل سنت میں سے ہونے کے ادعا کے ساتھ جس کے معترض صاحب معترف ہیں اور ائمہ حدیث و علمائے تفسیر کے اقوال سے سر تابی ممکن نہیں۔

آیت صاف بتلا رہی ہے کہ اگر امامت کی تبلیغ نہ ہوئی تو دین بالکل بیکار رہی گویا کوئی حکم پہونچا ہی نہیں گیا پھر اصول دین کے معنی یہی تو ہیں کہ ایسا عقیدہ جس کے نہ ہونے پر تمام دینی احکام بیکار ہو جائیں۔ درحقیقت یہ آیت صریحی طور پر امامت کو اصول دین میں بتلا رہی ہے۔

امامت کو قرآن ما انزل الیک من ربک سے تعبیر کر رہا ہے اب اس کے اوپر منطبق کرو ایک دوسرے آیت قرآن کہ الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات و اٰمنوا بما نزل علی محمد وھو الحق من ربھم کفر عنھم سیاتھم واصلح بالھم اسکو ملاؤ تو معلوم ہوگا کہ ما نزل علی محمد کے تحت میں امامت پر ایمان ضروری ہے اور اب

معترض کے معیار پر بھی امامت اصول دین مین نظر آئیگی،

دوسری آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا،

آج مین نے تمھارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا اور تمھارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا،

امامت علیؑ کی تبلیغ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ہے اس کو ابن مردویہ اور ابن عساکر اور خطیب وابن جریر طبری مورخ نے اور علامۂ سیوطی نے درمنثور اور اتقان مین اور صاحب ترجمان القرآن اور صاحب ارجح المطالب اور دیلمی اور حافظ ابو نعیم اور ابن المغازلی اور امام صالحی اور دیگر مفسرین نے نقل کیا ہے جسکے بعد انکار کی گنجائش نہین، امامت کے اعلان سے قبل دین ناقص تھا یا کامل؟ اگر کہو کامل تو قرآن کی تکذیب ہے کیونکہ خدا روز غدیر اکمال دین کی خبر دے رہا ہے۔ اگر کہو ناقص تھا تو معلوم ہوا کہ دین کا ایک جزو امامت ہے اور اسی سے اسکا اصول دین مین ہونا ثابت ہے۔ وللہ الحجۃ البالغۃ۔

ناچیز علی نقی النقوی بقلمہ

از نجف اشرف

اصولِ دین و قرآن نمبر ۲

بجواب المستفسر نمبر ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا

جنوری ۱۹۲۸ء مین جسکو گذرے ہوے دو سال آٹھ ماہ کا عرصہ ہوا جبکہ جامعہ مبارکہ مدرسۃ الواعظین کے جلسے لکھنؤ مین ہو رہے تھے جماعت احمدیہ کے سرگرم مبلغ حسام الدین احمد صاحب احمدی اکبر آبادی کی طرف سے ایک اشتہار شایع ہوا تھا جس مین شیعی اعتقادات کے مطابق حقیقی دین اسلام کے جو اصول خمسہ ہین انکا انکار کرتے ہوے علمائے شیعہ سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ قرآن مجید سے ان اصول کا ثبوت پیش کرین، جہان تک معلوم ہوا ہے مدرسہ کی جانب سے اس اشتہار کا جواب جلسہ عام مین دیدیا گیا تھا لیکن مشتہر صاحب نے اُس زبانی جواب کو ناکافی سمجھتے ہوے تحریری جواب کا مطالبہ کیا اور دو تین ماہ کی تاخیر کو بہت زیادہ تصور کرتے ہوے مکرر تقاضا کی ضرورت سمجھی، اُنکا خیال تھا کہ اُنکے اشتہار کی ہر ہر لفظ کوہ گران اور سد سکندری ہے جسکے مقابل عالم شیعیت کی مجموعی طاقت ناکافی ہے، جب ہی تو وہ یون ارشاد فرماتے ہین:-

"ایڈیٹر صاحب، سہیل یمن کو بھی ذریعہ تحریر توجہ دلاتا ہون خدا کرے

کہین وہی جرأت کر جائین مگر اُمید نہین، انشاءاللہ کل نواب صاحب
رامپور کو بھی ایک رجسٹری بھیجتا ہون دیکھون وہ کیا جواب دیتے ہین ورنہ
ایک تحریک اور اخبار دن کے ذریعہ کر کے انشاءاللہ ایک مستقل ٹریکٹ
مفت تقسیم کرون گا، آپ کی طرف سے اُمید ہو کہ جواب شایع وذایع ہوجائے"
اللہ اللہ! غرور تفوق اور دعوی الامن مبارزمین اتنا زور تو
ہو، میرے محترم بزرگ مولانا قاسم علی صاحب مدیر الواعظ نے اپریل
۶۲۸ سنہ کے پرچہ مین اشتہار کی ہر ہر لفظ کا واضح عالمانہ جواب تحریر فرمایا
اور مشتہر کے کسی اعتراض کو تشنہ تحقیق نہین چھوڑا جسکے بعد ہی جولائی کے
پرچہ مین ہمارا ایک فیصلہ کن مقالہ شایع ہوا جسمین قرآن، حدیث،
مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے تصریحات سے معترض پر عرصہ بحث
کو تنگ اور نجات کے رستون کو مسدود کر دیا گیا تھا،
سابق زور شور اور جوش وخروش کا مقتضا تو یہ تھا کہ دو تین دن نہین
چار پانچ ہفتہ نہین، چھ مہینہ ایک سال مین اُسکا جواب شایع ہوجاتا لیکن
دو سال کا زمانہ گذر گیا "صدائے برنخواست" عالم احمدیت شہر خموشان بن گیا،
قوت ایمانی کے ساتھ ساتھ زور قلم نے بھی ساتھ چھوڑ دیا، اب دو برس کا عرصہ
گذرنے کے بعد جسوقت یقین ہوگیا کہ مذکورہ مقالات کے مضامین کا نقش ناظرین
کے قلوب سے محو ہوگیا ہوگا اور شاید بعض لاپرواہ اشخاص کے پاس سے الوعظ کا

وہ پرچہ بھی گم ہوگیا ہو، لکھنؤ بابکہ اودھ سے سیکڑون کوس دور صوبۂ بنگال کے شہر کلکتہ سے ایک چند ورقہ اشتہار شایع کرنے کی ضرورت سمجھی گئی جس مین جناب مدیر الواعظ کے مقالہ کو موضوع بحث قرار دیتے ہوے آخر مین لطور تیمّن و تبرک ہمارے طویل الذیل مقالہ کے چند جملون کو نقل کرکے اسکے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

میرے خیال مین چونکہ اس قسم کی تحریرین تحقیق حق سے کوسون دور، صرف سخن پروری اور ذاتی جذبات کی نمائش کا ذریعہ ہوتی ہین لہذا انکا جواب دینا فضول ہے لیکن صرف اس خیال سے کہ کسی کمزور ایمان رکھنے والے کو غلط فہمی یا کسی طالب حق کے منزل تحقیق تک پہونچنے مین رکاوٹ نہ پیدا ہو مین اس مضمون کے اہم اجزا پر ایک انتقادی نگاہ ڈالنا چاہتا ہون،

عدل و امامت کا قرآن سے ثبوت

شایع شدہ سابق مقالات مین عدل و امامت کے قرآنی شواہد کثرت سے پیش کئے جاچکے ہین لیکن مستفسر صاحب اُن تمام بیانات کو پس پشت ڈالتے ہوے یہ سوال ضروری سمجھتے ہین کہ "ایمان باللہ ایمان بالرسول، ایمان بالیوم الآخر کی طرح عدل اور اثنا عشری امامت پر ایمان لانے والے کے لئے فرقان حمید مین کوئی آیت بھی موجود ہے" یہ استفہام اگر حقیقۃً استفہام ہو تو اس سے بڑھکر

کند ذہنی کیا ہو سکتی ہے کہ جواب سن لینے کے بعد پھر اسی سوال کا اعادہ کیا جائے
اور اگر استفہام انکاری ہے تو ناانصافی اور سخن پروری کا پورا نمونہ لیکن
مستفسر کی خاطر سے ہم پھر فہرست آیات قرآنیہ کی پیش کر دین گے اور عمل و
امامت دونون سے علیحدہ علیحدہ بحث کر کے اصل حقیقت پر آفتاب سے زیادہ
تیز روشنی ڈالین گے۔

ایمان باللہ کی تحقیق

قرآن مجید مین ایسی آیتین کثرت سے ہین جنمین ایمان باللہ کی تاکید کی گئی
ہے اور اسکو مدار نجات قرار دیا گیا ہے۔

(۱) من امن باللہ والیوم الاخر و عمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

جو لوگ اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو انکے لئے انکا اجر انکے پروردگار کے پاس ہے اور انکے واسطے کوئی ڈر کی بات نہین ہے اور نہ انکو رنج پہونچے گا۔

(۲) قولوا امنا باللہ وما انزل الینا۔

کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اسپر جو ہماری طرف نازل کیا گیا،

(۳) امن الرسول بما انزل

جو کچھ رسول کی طرف اسکے پروردگا

الیہ من ربہ والمؤمنون کلٌّ اٰمن
باللہ وملٰئکتہ وکتبہ و
رسلہ (البقرہ)

کی جانب سے نازل کیا گیا اُس پر وہ ایمان
لایا اور مومنین بھی سب اللہ اور اُسکے
ملائکہ اور اُسکے رسولوں پر ایمان لائے۔

(۴) قل اٰمنا باللہ وما انزل
علینا۔

کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اُسپر
کہ جو ہمپر نازل کیا گیا۔

(۵) یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر
ویامرون بالمعروف وینھون
عن المنکر ویسارعون فی الخیرات
واولئک من الصالحین۔
(آل عمران)

وہ لوگ اللہ اور روز آخرت پر ایمان
رکھتے اور نیکی کا حکم دیتے اور برائی
سے روکتے ہیں اور نیک کاموں ہیں
دوڑ پڑتے ہیں اور وہی لوگ صالحین
ہیں سے ہیں۔

(۶) والّذین اٰمنوا باللہ و
رسلہ ولم یفرقوا بین احد
منھم اولٰئک سوف یؤتیھم
اجورھم۔

اور جو لوگ اللہ اور اُسکے پیغمبروں پر
ایمان لائے اور اُنمیں سے کسی ایک کے
درمیان میں فرق نہیں کیا انھی کو
عنقریب اُن کا پروردگار اُنکے
اجر عطا فرمائے گا۔

---

(۷) یؤمنون بما انزل الیک
وما انزل من قبلک والمقیمین

جو کچھ تمھاری طرف نازل کیا گیا اور
جو کچھ تم سے پہلے نازل کیا گیا اُسپر

الصلوة والموتون الزکوة والمومنون باللہ والیوم الاخر — وہ ایمان رکھتے ہین اور پابندی سے نماز پڑھتے ہین اور زکوۃ ادا کرتے ہین اور اللہ اور یوم آخر کا یقین رکھتے ہین۔

(۸) فامنوا باللہ ورسلہ — پھر اب تو ایمان لے آؤ تم اللہ اور اُسکے رسولون پر

(۹) فاما الذین امنوا باللہ واعتصموا بہ فسیدخلھم فی رحمۃ منہ وفضل۔ — جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اُس سے لو لگا کر بیٹھے تو اللہ اُنکو عنقریب اپنی رحمت و فضل مین داخل کرے گا۔

(۱۰) یا ایھا الذین امنوا امنوا باللہ ورسولہ۔ (نساء) — اے زمرۂ اہل ایمان مین داخل ہونے والو اللہ اور اُسکے رسول پر (سچ مچ) ایمان لاؤ

(۱۱) فامنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یؤمن باللہ وکلماتہ (الاعراف) — پھر اب تو ایمان لاؤ اللہ اور اُسکے نبی اُمی رسول پر جو اللہ اور اُسکے کلمات پر ایمان رکھتا ہی،

(۱۲) ان کنتم امنتم باللہ وما انزلنا علی عبدنا (انفال) — اگر تم اللہ پر اور اُس چیز پر جو ہمنے اپنے بندہ پر نازل کی ایمان لا چکے ہو۔

(۱۳) قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الاخر۔ — جنگ کرو اُن لوگون سے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہین اور نہ روز آخرت پر۔

(۱۴) لا یستاذنک الذین یوضون — جو لوگ اللہ اور روز آخرت پر ایمان

بالله والیوم الاخران یجاهدوا باموالهم وانفسهم۔

لائے ہین اُنکو اپنے جان و مال کے ساتھ جہاد کرنے مین تم سے پوچھنے گچھنے کی عادت نہین ہے۔

(۱۵) واذا انزلت سورۃ ان امنوا بالله وجاهدوا مع رسوله استاذنک اولوا الطول منهم (توبہ)

اور جب کوئی سورہ ایسا نازل ہوا کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور اُسکے رسول کیساتھ ہو کر جہاد کرو تو تم سے اجازت مانگنے لگے (بیٹھ رہنے کی) اُنہین سے دولتمند لوگ۔

(۱۶) انی ترکت ملۃ قوم لایؤمنون بالله وهم بالاخرۃ هم کافرون (یوسف)

یقیناً مین نے اُس قوم کی ملت و مذہب کو ترک کر دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہین لاتے اور آخرت کے بھی منکر ہین،

(۱۷) ولا تاخذکم بهما رافۃ فی دین الله ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الاخر

اور تم کو اُن دونون (زانی و زانیہ) پر خدا کے حکم کے جاری کرنے مین رحم نہ آجائے اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

(۱۸) انما المؤمنون الذین امنوا بالله ورسوله (نور)

ایمان دار صرف وہی لوگ ہین جو اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان رکھتے ہین۔

(۱۹) ومن الناس من یقول امنا

اور کچھ لوگ ایسے بھی ہین جو کہتے ہین کہ

باللہ فاذا اوذی فی اللہ جعل	ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اُن کو
فتنۃ الناس کعذاب اللہ۔	خدا کی راہ مین کوئی تکلیف پہونچی
(عنکبوت)	تو اُنھون نے لوگون کی تکلیف دہی

کو مثل عذاب الٰہی کے قرار دے لیا۔

(۲۰) فبایّ حدیث بعد اللہ	تو اللہ اور اُسکی آیتون کو چھوڑ کر یہ لوگ
وآیاتہ یؤمنون (جاثیہ)	کس بات پر ایمان لائینگے“
(۲۱) لتؤمنوا باللہ ورسولہ	تاکہ تم لوگ اللہ اور اُسکے رسول پر
وتعزّروہ وتوقّروہ۔	ایمان لاؤ اور اُسکی مدد کرو اور اُسکو بزرگ سمجھو
(۲۲) ومن لم یؤمن باللہ و	اور جو شخص خدا اور اُسکے رسول پر ایمان
رسولہ فانّا اعتدنا للکافرین	نہ لائے تو ہم نے کافرون کے لئے جہنم
سعیرا (فتح)	کی آگ تیار کر رکھی ہے مومن تو بس وہی

لوگ ہین جو اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لائے ہین۔

(۲۴) امنوا باللہ ورسولہ و	اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ اور
انفقوا ممّا جعلکم مستخلفین فیہ	جس مال مین تمکو اُسنے اگلون کا خلیفہ
مالکم لا تؤمنون باللہ والرسول	قرار دیا ہے اُسمین سے کچھ اللہ کی
یدعوکم لتؤمنوا بربکم۔	راہ مین بھی خرچ کرو اور تمکو کیا ہو گیا

ہے کہ خدا پر ایمان نہین لاتے حالانکہ رسول تمکو بلا رہے ہین تاکہ تم اپنے پروردگار پر

ایمان لاؤ،

(۲۵) والذین امنوا باللہ و رسلہ اولٰئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم۔

اور جو لوگ اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لائے وہی اپنے پروردگار کے نزدیک صدیقین و شہداء میں داخل ہیں۔

(۲۶) اعدت للذین امنوا باللہ و رسلہ (حدید)

مہیا کی گئی ہے وہ (جنت) اُن لوگوں کے لئے جو اللہ اور اُسکے پیغمبروں پر ایمان لائے ہیں،

---

(۲۷) ذلک لتؤمنوا باللہ و رسولہ (مجادلہ)

یہ حکم اس لئے ہے کہ تم اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ،

(۲۸) یخرجون الرسول وایاکم ان تؤمنوا باللہ ربکم۔ (ممتحنہ)

وہ لوگ تم کو اور رسول کو اس بات پر گھر سے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے جو تمہارا پروردگار ہے۔

(۲۹) تؤمنون باللہ ورسولہ (صف)

اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لائے ہو

(۳۰) فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا۔

تو ایمان لاؤ تم اللہ پر اور اُسکے رسول پر اور اُس نور پر جو ہمنے نازل کیا،

(۳۱) ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحا یکفر عنہ

اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو وہ اُس سے اُسکی برائیوں کو

میثاقِ ۳

دور کر دے گا۔

(۳۲) ومن یؤمن باللہ یھد قلبہ (تغابن)

اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے تو اللہ اُسکے دل کی ہدایت کرتا ہے،

(۳۳) ذالکم یوعظ بہ من یؤمن باللہ والیوم الاخر۔

ان باتوں سے اُس شخص کو نصیحت کیجاتی ہے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو

(۳۴) ومن یومن باللہ ویعمل صالحا یدخلہ جنّٰت تجری من تحتھا الانھار (طلاق)

اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرے تو اللہ اُسکو اُن باغوں مین داخل کرے گا جن کے نیچے نہرین جاری ہین۔

(۳۵) قل ھو الرحمٰن اٰمنا بہ وعلیہ توکلنا (ملک)

کہدو کہ وہی بڑا رحم کرنے والا ہی ہم اسی پر ایمان لائے اور اُسی پر ہمنے بھروسہ کر لیا ہی

(۳۶) انّہ کان لا یؤمن باللہ العظیم (حاقہ)

بیشک وہ خدائے بزرگ پر ایمان نہ لاتا تھا۔

(۳۷) فمن یؤمن بربّہ فلا یخاف بخسا ولا رھقا (جن)

جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لائیگا وہ نہ نقصان کا خوف کرے گا نہ ظلم کا

(۳۸) وما نقموا منھم الّا ان یؤمنوا باللہ العزیز الحمید۔

اور وہ لوگ اُن مومنین سے صرف اس بات پر ناخوش ہیں کہ وہ اللہ پر ایمان لائے جو

غالب اور سزاوار حمد ہی،

ان تمام آیات مین پیرایہ بدل بدل کر مختلف عنوانون سے ایمان باللہ کی طرف دعوت دی گئی ہے اور اس کو مدار نجات بتلایا گیا ہے لیکن قرآن مجید مین کسی جگہ ایمان بتوحید اللّٰہ کی لفظ نہین ملتی مثلاً امنو بتوحید اللہ، یومنوا بتوحید اللہ، الّذین امنوا بتوحید اللہ وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے مخاطب طبقہ مین تو حفاظ قرآن کی کمی نہین ہے انکو اپنی محنت و ریاضت کے صرف کرنے کا بھی موقع ہے قرآن سے ایک ہی آیت ایسی نکالدین جس مین ایمان کی لفظ کا انتساب توحید اللہ کی طرف کر کے تصریحاً ایمان بتوحید اللہ کی دعوت دی گئی ہو لیکن مین ایک ایسے فرقہ سے تعلق رکھتے ہوئے جسکے متعلق اُسکے مخالفین کا یہ بے بنیاد خیال ہے کہ اُن مین حافظ قرآن نہین ہو سکتا صرف اپنے غور وخوض اور تدبر فی القرآن پر بھروسہ کر کے دعوے سے کہتا ہون کہ قرآن مین کوئی آیت ایسی نہین مل سکتی جس مین ایمان کی لفظ کو توحید کے ساتھ منضم کیا گیا ہو،

اگر ایمان باللہ کا مفہوم صرف وجود باری تعالیٰ کا اقرار و اعتراف ہے جیسا کہ اُسکے ظاہری معنی پر جمود اختیار کرنیکا اقتضا ہے تو وہ توحید کو

کسی طرح نہین بتلاتا، بادین اور دہر یین کہ جو اصل وجود خالق کے منکر
ہین اُنکے سوا تمام فرق عالم کائنات کے لئے خالق کے وجود کا اعتراف
رکھتے ہین جو کچھ بھی ہے وہ اُسکے خصوصیات واوصاف ہین اختلاف ہے
تنو یہ دو اور نصاریٰ تین مان کر بھی اُسکے وجود کے معترف ہین اور بت
پرست بھی اپنے اصنام کو اُس کی ذات کا مظہر فرض کرکے اُسکی ہستی کا قرار
کرتے ہین، درصورتیکہ ایمان باللہ مین ذات باری کے وجود کا اعتراف
کافی ہو یہ سب مومن باللہ قرار پائینگے اور آیہ شریفہ وما یؤمن اکثرہم
باللہ الّا وھم مشرکون (سورہ یوسف) مین الّا کو اگر استثناء
متصل فرض کیا جائے جیسا کہ اُسکے ظاہری معنی کا اقتضا ہے تو وہ صاف
بتلا رہی ہے کہ مشرکین کو ایمان باللہ حاصل ہے،

اس صورت مین ان آیات سے کسی طرح توحید کا رکن ایمان ہونا ثابت
نہین ہوتا، اور چونکہ مستفسر کے نزدیک اصول دین مین سے ہونیکا معیار یہ ہے
کہ ایمان باللہ ایمان بالرسول ایمان بالکتاب وغیرہ کی ہیئت ترکیبیہ اور
اسی صورت سے جس شئے کے ایمان کا حکم قرآن مین ہو وہی داخل اصول
دین ہوسکتی ہے اور اسی لئے وہ عدل کے داخل اصول دین ہونے سے منکر
ہین کیونکہ قرآن مین کہین ایمان بالعدل کی لفظ کہکر اُس کا حکم نہین دیا گیا
ہے تو اس صورت مین اُنکو اپنے اعتقاد توحید سے ہاتھ دہونا چاہئے اسلئے

کہ قرآن مجید میں کہیں ایمان بالتوحید کی لفظ کا وجود نہیں ہے،

اور اگر ایمان باللہ کا مفہوم زرا وسیع ہے یعنی وہ صرف وجود باری کے اقرار کا نام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو اُن خصوصیات واوصاف کے ساتھ جو اسکے شایان شان ہیں ماننا اُس کا حقیقی محصل ہے تو اسکے تحت میں جس طرح توحید مندرج ہوتی ہے اسی طرح عدل بھی داخل ہے،

اگر آیات آکہیہ میں تدبر کیا جائے تو ایمان باللہ کے یہی دوسرے معنی متعین ہو جاتے ہیں۔

سابق معنی کی رو سے ایمان باللہ یہود ونصاریٰ بلکہ عبّاد اصنام ثنویہ اور مجوس کو بھی حاصل ہے اور ظاہر ہے کہ ملک عرب میں نزول قرآن اور اسلامی آغاز کے دور میں زیادہ تر یہود اور عبّاد اصنام کی کثرت تھی، طبیعیین ودہریین کا وجود شاید النادر کالمعدوم کا مصداق ہو۔

ایسی صورت میں تابڑ توڑ مسلسل وپیہم آیتون میں پیرایہ بدل بدل کر ایمان باللہ کی دعوت دینا اور صرف وجود باری تعالیٰ کے اقرار لینے میں اتنا بڑا اہتمام صرف کرنا بالکل بے موقع، بے فائدہ اور فضول تحصیل حاصل ہے اور اس صورت میں سورۂ یوسف والی آیت کے کلمۂ الا کو استثنائے منقطع پر محمول کرنا ناگزیر ہے۔

ذات اگر ایسی ہو کہ اشارۂ حسیہ اسکی طرف ممکن ہے تو اسکے وجود کا اعتراف

دا قرار اُسکے اوصاف پر موقوف نہین جو اس ظاہر ہے سے اُسکا ادراک کرکے
اُسکے وجود کا اقرار ہو سکتا ہے اگرچہ بعض اوصاف اُسکے معرض انکار ہین
ہون لیکن جبکہ ذات ایسی ہو جسکے ادراک سے حواس ظاہرہ قاصر ہون تو
اس صورت مین اُسکا ادراک معرفت، ایمان، تصدیق سب کچھ موقوف
ہے اس بات پر کہ اُسکے اوصاف کے ذریعے سے اشارہ کیا جائے اب اگر
اُسکے وہ اوصاف جو واقعی ہین اُنکی تصدیق حاصل ہے تو انھین اوصاف
کے ذریعہ سے اُسکی طرف اشارہ ہوگا اور چونکہ یہ اوصاف اُس پر حقیقۃً منطبق
ہین لہذا یہ ایمان وتصدیق وادراک اُسی ذات کا قرار پائیگا لیکن اگر اُسکے
اوصاف واقعیہ کا ایمان وادراک نہین بلکہ ایسے اوصاف کا عقیدہ ہے
جو اُسکی شان قدس وجلال کے خلاف ہین تو جب ان اوصاف کے ذریعہ سے
اُنکے موصوف کی طرف اشارہ اور اُس موصوف پر ایمان ہوگا تو یہ کسی طرح
اُس ذات پر منطبق نہین ہو سکتا جو اُن اوصاف سے متصف نہین،

چونکہ باری تعالیٰ ایسی ذات ہے کہ اشارہ حسیہ اُسکی طرف ممکن نہین
لہذا اُس پر ایمان وادراک اس امر پر موقوف ہو کہ اُسکے اوصاف کے ذریعہ
سے اشارہ کرکے اُسکی ذات مخصوصہ کا ایمان حاصل ہو، اگر اُسکے واقعی اوصاف
ثبوتیہ وسلبیہ کے خلاف دیگر اوصاف کا اعتقاد ہو تو چونکہ یہ اوصاف اُسپر
منطبق نہین لہذا کسی طرح یہ ادراک وایمان اُسکے ساتھ متعلق نہین ہو سکتا

جاہل اور نافہم عوام بھی شاید اس مطلب کو سمجھ لینگے کہ جب باری تعالیٰ واقعاً واحد، عالم، قادر، حکیم، عادل جسم وجسمانیات سے منزہ ومبرا ہے تو اگر انسان کو اعتقاد یہ ہے کہ خدا وہ ہے جو ایک نہیں بلکہ متعدد ہستیاں رکھتا ہی یا جہل سے متصف ہی یا حکیم وعادل نہیں بلکہ عبث وظلم اس پر صحیح ہے یا جسم وجسمانیات رکھتا ہے تو یہ اعتقاد کسی طرح اُس خدا کا اعتقاد نہیں جو یہ اوصاف نہیں رکھتا بلکہ واحد عالم قادر حکیم وغیرہ ہے یہ اعتقاد ایک طبعزاد وخانہ ساز خدا کا اعتقاد ہے کہ جسکے وجود سے صفحہ ہستی خالی ہے ہمارے اس بیان سے یہ امر بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ ایمان باللہ کے معنی ہی یہ ہین کہ باری تعالیٰ کا اون اوصاف کے ساتھ جو اُسکے شایان شان ہین اعتقاد حاصل ہو اسی صورت سے توحید ایمان باللہ مین داخل اور اسی حیثیت سے عدل ایمان باللہ کا رکن ہے اور اسی اعتبار سے باری تعالیٰ کے تمام اوصاف جو عقلی وسمعی ادلہ سے ثابت ہو جاتے ہین ایمان باللہ کا جز ہین۔

قرآن مین عدل وتوحید کا مساوی پلہ

قرآن مجید مین جس طرح خداوند عالم کے لئے وحدت کو مختلف پیرایوں مین طرح طرح کا لباس پہنا کر ثابت کیا گیا ہے اُسی طرح عدل کو بھی بار بار

صورت بدل بدل کر پیش کیا گیا ہے اور باری تعالیٰ کے لئے صفت عدل ثابت کرنے میں پورا اہتمام صرف کیا گیا ہے۔

جس طرح توحید میں ایجابی اور سلبی دونوں پہلوؤں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کبھی قل ھو اللہ احد کہکر اسکی وحدت کو ثابت کیا گیا ہے اور کبھی لا تقولوا ثلثہ اور لا الٰہ الا ھو کہکر تعدد کی نفی کی گئی ہے۔ اسی طرح عدل میں ان دونوں ایجابی و سلبی پہلوؤں کا لحاظ کیا گیا ہے، ایک طرف اس صفت کو جملہ ثبوتیہ کی صورت میں باری تعالیٰ کے لئے ثابت کیا گیا ہے اور دوسری طرف اسکے مخالف وصف ظلم کی جناب باری عز اسمہ سے نفی کی گئی ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن میں توحید و عدل کا پلہ مساوی ہے اور جس طرح توحید کا اعتقاد ضروری ہے اسی طرح عدل کا اعتقاد بھی ایمان باللہ کے تحت میں لازمی ہے۔

عدل کی حقیقت

کہنے میں تو یہ سہ حرفی لفظ اور اسکے معنی بھی بالکل مختصر ہیں لیکن نتائج و فروع کی حیثیت سے یہ صفت بہت وسیع ہو جاتی ہے۔

عدل کا اعتقاد رکھنے کے ساتھ جس طرح ایک مومن کامل باری تعالیٰ سے ظلم کی نفی کرتا ہے اسیطرح ظلم کے جتنے فروع اور متعلقات ہیں انکی بھی

ذات احدیت سے نفی کردیتا ہے، ظلم اور بے انصافی کو خدا پر جائز سمجھنے والے اسکے ساتھ بہت سے لوازم کے پابند ہونے پر مجبور ہیں۔

خدا کا اپنے بندوں کو برے کاموں پر مجبور کرنا اور پھر خود ہی انکو سزا دینا، بندوں کو اُن کی طاقت سے زیادہ تکلیف دینا، فرمان بردار بندوں کے ساتھ ناانصافی کرکے اُنکو عمل سے کم بدلا دینا نافرمان بندونکو اُن کے استحقاق سے زیادہ سزا دینا، بندوں پر بغیر قصور کے عذاب نازل کرنا، اپنے احکام کو پہونچائے بغیر اُنکی مخالفت پر عقاب کرنا وغیرہ وغیرہ اور عدل باری تعالیٰ کے معنی یہ ہیں کہ وہ ان تمام افعال واوصاف سے منزہ و مبرّا ہے، قرآن مجید نے جس طرح صفت عدل کا نام لیکر اُسے باری تعالیٰ کے لئے ثابت اور ظلم کا نام لیکر اُس سے نفی کی ہے اُسی طرح ظلم کے تمام آثار ولوازم کو طرح طرح سے خدا کی ذات سے علیحدہ کرکے عدل کی ایک مکمل تصویر پیش کردی ہے اور یہ تمام آیات جناب باری کے صفت عدل کی دلیل ہیں اگر موقع ہوتا تو ہم ہر آیت کے ذیل میں اُسکی شرح و تفسیر بھی لکھتے جاتے لیکن اختصار کا خیال اور ضیق وقت مجبور کرتا ہے کہ صرف اُن کی فہرست پیش کردیں۔

(وننزّل من القرآن ماھو شفاءٌ ورحمۃٌ للمومنین)

آیات قرآن کا متفقہ فیصلہ

خدا عادل ہے ظالم نہیں

(۱) شھد اللہ انہ لا الہ الا ہو والملئکۃ واولوا العلم قائماً بالقسط

(آل عمران پ ۳)

خدا اور ملائکہ اور تمام صاحبان علم گواہ ہیں کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں اور وہ صفت عدل کے ساتھ قائم ودائم ہے،

(۲) ذلک بما قدمت ایدیکم وان اللہ لیس بظلام للعبید

(آل عمران پ ۴)

یہ تو انھیں کاموں کا بدلا ہے جو تمھارے ہاتھوں نے پہلے کر رکھے ہیں اور خدا ہرگز بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے،

(۳) ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ

(نساء پ ۵)

خدا ہرگز ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

(۴) وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلماتہ

(انعام پ ۸)

تمھارے پروردگار کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ پوری اتری، اسکی بات کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

(۵) قل امر ربی بالقسط

(اعراف پ ۸)

کہدو کہ میرے پروردگار نے مجکو عدل و انصاف کا حکم دیا ہے۔

(۶) ان اللہ لا یظلم الناس شیئاً ولکنّ الناس انفسھم یظلمون (یونس پ ۱۱)	یقین جانو اللہ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود اپنے ہاتھوں اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔
(۷) وما ظلمناھم ولکن ظلموا انفسھم۔ (ھود پ ۱۲)	ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا مگر خود انھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔
(۸) ان اللہ یامر بالعدل والاحسان (نحل پ ۱۴)	بے شک اللہ تم کو عدل و انصاف نیکی و احسان کا حکم دیتا ہے۔
(۹) ونضع الموازین القسط یوم القیامۃ فلا تظلم نفس شیئاً وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بھا وکفی بنا حاسبین (انبیاء پ ۱۷)	ہم قیامت کے دن عدل کی ترازویں کھڑی کر دیں گے لہذا کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا عمل ہوگا تو ہم اس کو سامنے لے آئینگے اور ہم سے بڑھ کر کون حساب کرنے والا ہو سکتا ہے،
(۱۰) ذالک بما قدمت یداک وان اللہ لیس بظلام للعبید (حج پ ۱۷)	یہ انھیں کاموں کا بدلا ہے جو تو نے اپنے ہاتھ سے پہلے کر رکھے ہیں اور خدا ہرگز بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔
(۱۱) وما اللہ یرید ظلماً للعباد	خدا کا ارادہ بندوں پر ظلم کے ساتھ

(مومن پ ۲۴)

متعلق نہیں ہوتا۔

(۱۲) من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اساء فعلیہا وما ربك بظلام للعبید۔
(حم سجدہ پ ۲۵)

جس نے اچھے کام کئے اپنے نفع کے لئے کئے اور جس نے برے کام کئے اُسنے اپنا ہی نقصان کیا اور تمہارا پروردگار لوگوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

(۱۳) ما یبدّل القول لدیّ وما انا بظلام للعبید (ق پ ۲۶)

میرے یہاں بات بدلا نہیں کرتی اور نہ میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں

(۱۴) ذلك بما قدّمت ایدیکم ان اللہ لیس بظلام للعبید
(انفال پ ۱۰)

یہ تو انہیں کاموں کا بدلا ہے جو تمہارے ہاتھوں نے پہلے سے کر رکھے ہیں اور خدا ہرگز بندوں پر ظلم کرنیوالا نہیں ہے

(۱۵) ان اللہ لا یغیّر ما بقوم حتی یغیّروا ما بانفسہم
(رعد پ ۱۳)

خدا کسی قوم سے اُس نعمت کو جو انہیں ہے خواہ مخواہ سلب نہیں کرتا جبتک کہ وہ لوگ خود اپنی نفسانی حالت کو بدل نہ دیں

(۱۶) ام نجعل الذین آمنوا وعملوا الصالحات کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار (ص پ ۲۳)

کیا ہم ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے ایمان اختیار کیا اور اچھے اعمال کئے اُن لوگوں کا سا برتاؤ کریں جنہوں نے زمین پر فساد برپا کیا یا ہم پرہیزگاروں

کو بدکاروں کے مثل بنا دیں۔

(۱۷) من عمل صالحًا فلنفسہ ومن اساء فعلیھا۔

(جاثیہ پ ۲۵)

جس نے اچھے اعمال کئے اُس نے اپنے لئے کئے اور جسنے برے کام کئے اُس نے اپنا ہی نقصان کیا۔

(۱۸) والّذین امنوا واتّبعتھم ذرّیّتھم بایمان الحقنا بھم ذرّیتھم وما التناھم من عملھم من شیئ کل امرئ بما کسب رھین۔

(طور پ ۲۷)

وہ لوگ جو ایمان لائے اور اُنکی اولاد نے بھی ایمان میں اُنکا ساتھ دیا تو ہم اُنکی اولاد کو بھی اُنکے درجہ تک پہونچا دینگے اور ہم نے اُنکے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا ہر شخص اپنے اعمال کے عوض رہن ہے۔

(۱۹) الّا تزروا زرۃ وزر اخری وان لیس للانسان الّا ما سعی وانّ سعیہ سوف یری ثم یجزیہ الجزآء الاوفی۔

(نجم پ ۲۷)

کسی پر دوسرے کے گناہ کا بار نہیں پڑے گا اور انسان کے لئے وہی مقرر ہے جتنی اُس نے کوشش کی ہے اور اُسکی کوشش کا عنقریب ہی جائزہ لیا جائیگا پھر اُسکو بھرپور بدلا دیا جائیگا۔

(۲۰) لا یکلّف اللہ نفسًا الّا وسعھا (بقرہ پ۳)

کسی شخص کو اللہ تکلیف نہیں دیتا مگر اُسکی وسعت بھر،

(۲۱) لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعہا لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت (بقرہ پ ۳)

خدا کسی کو تکلیف نہین دیتا مگر اُسکی وسعت بھر اُسکا اچھا کام اُسکے لئے اور بُرا کام اُسی کے نقصان کا باعث ہی۔

(۲۲) واوفوا الکیل والمیزان بالقسط لا نکلف نفسًا الا وسعہا واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ وبعہد اللہ اوفوا۔ (انعام پ ۸)

ناپ اور تول کو عدل و انصاف سے پورا کیا کرو ہم کسی کو اُسکی وسعت سے زیادہ تکلیف نہین دیتے اور جب بات کہو تو عدل و انصاف کے ساتھ اگرچہ رشتہ دار کے مقابل مین ہو اور خدا کے عہد و پیمان کو پورا کرو

(۲۳) لا نکلف نفسًا الا وسعہا (اعراف پ ۸)

ہم کسی کو اُسکی وسعت سے زائد تکلیف نہین دیتے۔

(۲۴) لا نکلف نفسًا الا وسعہا ولدینا کتاب ینطق بالحق وھم لا یظلمون (مومنون پ ۱۸)

ہم کسی شخص کو اُسکی وسعت سے بڑھکر تکلیف نہین دیتے اور ہمارے پاس لوگون کے اعمال کی ایک کتاب ہی جو ٹھیک ٹھیک بتلاتی ہے اور اُن لوگون پر بالکل ظلم نہین کیا جائیگا۔

(۲۵) لینفق ذو سعۃ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ

وسعت رکھنے والے کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہئیے اور جس کی

فلینفق مما اٰتاہ اللہ لا یکلف اللہ نفسا الا ما اٰتیہا۔

(طلاق پ ۲۸)

روزی تنگ ہے وہ جتنا خدا نے اُسے دیا ہے اُسمین سے صرف کرے خدا نے جتنی وسعت دی ہے اُسی کے مطابق تکلیف دیا کرتا ہے۔

(۲۶) ذلک ان لم یکن ربک مھلک القریٰ بظلم واھلھا غافلون (انعام پ ۸)

بات یہ ہے کہ تمھارے پروردگار کا یہ شیوہ نہین ہے کہ بستیون کو ظلم و زبردستی کیساتھ ہلاک کر دے درصورتیکہ باشندے اُنکے بے خبر ہون،

(۲۷) وما کان ربک لیھلک القریٰ بظلم واھلھا مصلحون (ہود پ ۱۲)

تمھارے پروردگار کے یہ شایان نہین کہ دھبتیان کی بستیان ظلم و ستم کے ساتھ اُجاڑ دے حالانکہ باشندے اُنکے نیکوکار ہون،

(۲۸) تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسألون عما کانوا یعملون۔

(بقرہ پ ۱)

یہ وہ لوگ تھے کہ جو گذر گئے اُنکے لئے اُنکی کارگذاری ہے اور تمھارے لئے تمھاری کارگذاری اور جو کچھ وہ کر گذرے اُسکی پوچھ گچھ تم سے نہ ہوگی۔

(۲۹) من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا ومن جاء بالسیئۃ

جو شخص نیکی کرے گا اُسکو اُسکا دس گنا ثواب عطا ہوگا اور جو شخص بدی کرے تو

فلا یجزی الا مثلہا وھم لا یظلمون (انعام پ)	اُسکی سزا اُسکے برابر ہی دیجائے گی اور اُسکے ساتھ کوئی ظلم نہین ہوگا،
(۳۰) ھل یجزون الا ما کانو یعملون (سباپ ۲۲)	جو اعمال اُنھون نے کیئے تھے اُسی کے مطابق اُن کو جزا دیجائے گی،
(۳۱) ولا تکسب کل نفس الا علیہا ولا تزر وازرۃ وزر اخری (انعام پ)	جو شخص کوئی برا کام کرتا ہے تو اُسکا نقصان اُسی کے لیے ہے اور کسی پر دوسرے کے گناہ کا بار نہین پڑے گا۔
(۳۲) من اھتدی فانما یھتدی لنفسہ ومن ضل فانما یضل علیہا ولا تزر وازرۃ وزر اخری وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (بنی اسرائیل پ ۱۵)	جو شخص صحیح راستہ پر چلتا ہے وہ اپنے ہی لئے چلتا ہے اور جو راستہ سے بھٹکتا ہے وہ بھٹک کر اپنا ہی خود نقصان کرتا ہے اور کوئی دوسرے کے گناہ کا بار نہین اُٹھا سکتا۔ اور ہمارا کبھی شیوہ نہین رہا کہ کسی قوم پر عذاب کرین جب تک کہ کوئی رسول اُنکی طرف مبعوث نہ کر دین۔
(۳۳) قل لا تسألون عما اجرمنا ولا نسأل عما تعملون (سباپ ۲۲)	تم اُن سے کہدو کہ نہ ہمارے گناہون کی تم سے پوچھ گچھ ہوگی اور نہ تمھاری کارستانیون کی ہم سے باز پرس۔

(۳۴) ولا تزر وازرۃ وزر اخری وان تدع مثقلۃ الی حملھا لا یحمل منہ شیٔ ولو کان ذا قربی (فاطر پ ۲۲)	کوئی دوسرے کے گناہ کا بار نہ اٹھائیگا اور اگر کوئی گران بار کسی کو اپنا بار اٹھانے کیلئے بلائے تو اسکے بار میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جائیگا، اگرچہ اسکا عزیز قریب ہو
(۳۵) ولا تزر وازرۃ وزر اخری (زمر پ ۲۳)	اور کوئی کسی دوسرے کے بار کو نہ اٹھائے گا۔
(۳۶) فمن اھتدی فلنفسہ ومن ضل فانما یضل علیھا (زمر پ ۲۴)	جو شخص راہ راست کو اختیار کرے اسنے اپنا ہی نفع کیا اور جو بری راہ لگے اسنے اپنا ہی نقصان کیا۔
(۳۷) من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیھا (جاثیہ پ ۲۵)	جو نیک اعمال کرے تو وہ اسکے نفع کیلئے ہیں اور جو برے کام کرے تو وہ اسی کے نقصان کا باعث ہیں۔
(۳۸) وما کان اللہ لیضل قوما بعد اذ ھدھم حتی یبین لھم ما یتقون۔	خدا کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ کسی قوم کو بعد اسکے کہ ان کو صحیح رستہ پر چلا چکا ہے ترک کر دے جب تک کہ ان کو

قابل اجتناب چیز بن تبلا نہ دے۔

(۳۹) لیھلك من ھلك عن بینۃ ویحییٰ من حی عن بینۃ۔

جو شخص ہلاک ہو وہ حجت تمام ہونے کے بعد اور جس کو زندگانی حاصل ہو وہ بھی بعد اتمام حجت،

(۴۰) من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔

جو ایک ذرہ بھر نیک کام کریگا اُس کا انجام دیکھ لیگا اور جو ایک ذرہ بھر بدکام کرے گا اُسکو بھی دیکھ لیگا،

ایک چھوڑ چالیس آیتین

کیا اب بھی مطالبہ پورا نہین ہوا؟

قرآن مجید کی ایک آیت بھی اگر کسی چیز کی گواہی دے تو اُس پر ایمان لانا مسلمانون کا فرض ہے چہ جائیکہ چالیس آیتین متفقہ طور پر یک زبان و یک آہنگ ہو کر ایک مطلب کو بیان کرین اس سے کیا یہ ثابت نہین ہوتا کہ باری تعالیٰ کی نظر مین صفت عدالت کو کتنی اہمیت حاصل ہے اور وہ کسی طرح رضی نہین کہ اُسکی طرف ظلم کا توہم بھی ہو سکے، وہ تابڑ توڑ مسلسل آیتون سے اس امر پر زور دیتا ہے کہ خداوند عالم عادل ہے اور اُسکے

کامون مین ظلم کا شائبہ نہین، لیکن افسوس ہے کہ بہت سے مسلمان پھر بھی اُس پر ظلم کو روا سمجھتے رہے۔ مستفسر صاحب بھی اسی گروہ مین داخل ہیں، انکا خیال ہے کہ شیعون نے عدل کو اپنی عقل محض سے مدار ایمان نبا رکھا ہے اور "وہ خانہ ساز اصول مین سے ہے اور جس مذہب مین خدا کا عادل سمجھنا ضروری ہی وہ شیعون کا عقلی و اختراعی ہے نہ کہ من عند اللہ" وہ بڑے زور شور سے سوال کی صورت مین مطالبہ کرتے ہین، "کیا ایمان باللہ ایمان بالرسل ایمان بالیوم الآخر کی طرح عدل پر ایمان لانے کے لئے قرآن مجید مین کوئی ایک آیت بھی موجود ہے"، کوئی ایک کے بجائے چالیس آیتین دیکھنے لینے کے بعد بھی معلوم نہین مستفسر کا مطالبہ پورا ہوگا یا وہ پھر بھی سوال کرین گے کہ "کیا عدل پر ایمان کے لئے کوئی آیت قرآن مین ہے"؟

اصول دین اور اصول مذہب کی تشریح

توحید و عدل کا اصلی مفہوم

مذکورہ بالا بیانات سے یہ امر بخوبی ثابت ہوچکا ہے کہ ایمان باللہ کے ستحت مین خداوند کریم کے تمام صفات کمال کا جو ادلہ قطعیہ سے ثابت ہوجاتین اعتقاد ضروری ہے، اور یہ سب مدار نجات ہین اور ایک مسلمان حقیقی طور پر اُسی وقت مسلمان اور مومن ہو سکتا ہے جب وہ اُن تمام پر ایمان رکھے

توحید وعدل اگرچہ ظاہر مین دو مختصر مفہوم ہین لیکن علم کلام پر عبور حاصل کرنیوالا اس امر کو سمجھ سکتا ہے کہ یہ دونون مفہوم باری تعالیٰ کے تمام اوصاف ثبوتیہ وسلبیّہ صفات ذات وصفات فعل سب پر حاوی ہین، یہ دونون دو سرخیان ہین جنکے تحت مین متعدد ابواب مندرج ہین، توحید کے ذیل مین وجود صانع، وجوب ذاتی، قدم، علم، قدرت، حیات ارادہ، نفی شریک، نفی احتیاج، نفی جسم وجسمانیات وغیرہ وغیرہ سب داخل ہین اور عدل کے تحت مین نفی جبر، نفی ظلم، عدالت اور انصاف اور اُسکے تمام فروع وشعب مندرج ہین اور چونکہ انھی سب کا اعتقاد بحیثیت مجموعی ایمان باللہ کا مرادف ہے اور اُسپر تمام اعمال وعبادات کی قبولیت متفرع ہے اس لئے توحید وعدل اپنے مذکورہ بالا وسیع معنی کے ساتھ اصول دین مین داخل ہین۔

وہ چیزین کہ جن پر ایمان رکھنا ضروری ہے اگرچہ سب مدار نجات ہین اور اُخروی فلاح ونجاح اُن کے اعتقاد پر موقوف ہے لیکن یہ ضروری نہین کہ اُن مین سے ہر ایک کا منکر ظاہری احکام کی رو سے بھی کافر سمجھا جائے،

حضرت رسالتمآبؐ نے خود فرمایا تھا ستفترق امتی علی ثلث وسبعین فرقۃ کلّھم فی النار الّا واحدۃ اس سے صاف ظاہر

کہ اسلامی جماعت مین تفرقہ بازی ہوگی اور اُسکے ۷۳ فرقہ ہوجائینگے مگر یہ سب امت نبی مین داخل اور اسلامی جامعہ کے اجزا ہین لیکن نجات انمین سے صرف ایک ہی جماعت کیلئے ہے،

یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ظاہری صورت مین اسلام ایک ایسا معنی رکھتا ہے جو تمام فرق اسلامیہ کو شامل ہے، ایسی صورت مین ہر وہ عقیدہ کہ جس پر نجات کا انحصار ہو ضروری نہین کہ اُسکا منکر دائرہ اسلام سے بھی خارج ہوجائے لیکن بعض ایسے اہم عقائد ضرور ہین جو اسلام کے مخصوص ارکان ہین اور جن مین تمام مسلمان برابر سے شریک ہین کہ اُنکا انکار کرنے والا شخص اسلامی دائرہ سے بھی خارج ہوجاتا ہے اسی بنا پر اُن عقائد مین جو حقیقۃً اصول دین اور مدار ایمان اور معیار نجات ہین ایک دوسری اصطلاحی نگاہ ڈال کر فرق قرار دیدیا گیا ہے،

وہ عقائد کہ جنمین تمام مسلمان ناجی اور غیر ناجی سب کے سب شریک ہین اور جن کے بغیر کوئی شخص ظاہری حیثیت سے بھی مسلمان نہین ہوسکتا اُنکا نام اصول دین رکھا گیا ہے اور وہ عقائد کہ جنکا بہت سے فرق اسلام نے انکار کیا ہے لیکن حقیقۃً وہ ادلہ قطعیہ سے ثابت ہین اور مدار نجات و ایمان ہین اُنکا نام اصول مذہب ہے۔

اور چونکہ صحیح مذہب ہی دین واقع کا صحیح مصداق ہے اسلئے اُسکے

جو اصول ہوں وہی حقیقۃً دین کے اصول ہیں اور انّ الدّین عند اللہ الاسلام، رضیت لکم الاسلام دینا، ومن یبتغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین وغیرہ وغیرہ انہی پر منطبق ہے،

جناب ”بہ الواعظ دامت معالیہ کا یہ لکھنا کہ“ تین اصول دین ہیں یعنی توحید نبوت معاد اور دو اصول مذہب ہیں عدالت امامت اور ان پانچون کو تغلیباً اصول دین کہتے ہیں“ اسی اصطلاح پر مبنی ہے، ہاں بے شک ہماری تحریر سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ یہ پانچون تغلیباً نہیں بلکہ تحقیقاً اصول دین ہیں اور تین کو اصول دین، دو کو اصول مذہب کہنا صرف ایک اصطلاحی فرق ہے،

ہمارے اس بیان سے مستفسر کے سوال نمبر ۲ اور نمبر ۳ کا جواب ہو جاتا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں ”جب دین کے تین ہی اصول ہیں تو پھر شیعونکو دو اور خانہ ساز اصول عدل واثنا عشری امامت کو داخل دین اور شامل ایمانیات کر دینے کا اختیار کہان سے مل گیا اور جس مذہب کے یہ دو اصول ہیں عدل و امامت وہ شیعون کا عقلی و اختراعی ہے نہ من عند اللہ جیسا کہ دین اسلام من عند اللہ ہے۔

عقل و اصول دین

مستفسر صاحب جناب مدیر الواعظ کے اس فقرہ سے بہت چراغ پا ہوے ہین کہ "اصول دین کی حسن و خوبی و تعیین و معرفت محض عقل پر منحصر اور عقلاً واجب ہے،"

وہ چاہتے ہین کہ اصول دین سب کے سب نصوص قرآنیہ سے ثابت ہون اور عقل کا قدم درمیان مین نہ آنے پائے لیکن مستفسر سے کون پوچھے کہ اگر عقل نہ ہو تو قرآن پر ایمان لانے کی کیا صورت ہے؟

حضور والا! نصوص قرآنیہ سے کسی مطالب کا یقین کرنا موقوف ہے اس امر پر کہ آپ تہ دل سے قرآن کی صحت پر ایمان لے آئین اور قرآن پر ایمان لانا اس بات پر متفرع ہے کہ رسول کی نبوت اور صدق کا اعتقاد کر لیجیے اور رسول کی نبوت و صدق کا اعتقاد اُسی وقت ممکن ہے کہ آپ کسی باشعور، و ارادہ قادر و حکیم مطلق ہستی کی الوہیت کا اقرار کر چکے ہون، اب اگر خدا کی الوہیت، رسول کی رسالت، قرآن کی حقانیت کو خود قرآنی آیتون سے ثابت کرنا چاہین تو کیا منطقی حیثیت سے دور نہین لازم آتا،

ایک طبیعی و دہری کے مقابلہ مین جو وجود خدا کا منکر ہے آپ

قل ھو اللہ احد پڑھ پڑھ کر دم کیجیے تو کیا نتیجہ ہو سکتا ہے،

اور ایک عیسائی کے سامنے جو تثلیث کا قائل ہے لا تقولوا ثلثۃ

انتھوا خیرا لکم کا ورد پڑھیے تو اس پر کیا اثر ہوگا؟

اور ایک آریہ کے آگے جو معاد اور حشر اجساد کا منکر ہو کسی حافظ قرآن

کو بلا کر پورا سورہ حشر پڑھوا دیجیے تو وہ کب تسلیم کریگا؟

اور کسی مخالف اسلام کو مناظرہ کے وقت ان الدّین عند اللہ

الاسلام اور ما محمد الا رسول کہکر قائل کرنا چاہیں تو کیا یہ امر مضحکہ

خیز نہ ہوگا؟

یقین جانئے! اگر آپنے خدا کی خدائی رسول کی رسالت، قرآن کی

حقانیت کا خود قرآن مین دیکھکر یقین کیا ہے تو آپ کو خود قرآن کا ایمان

نہین ہے اور اپنے اسلام و ایمان پر نظر ثانی کرنا چاہیئے، خدا نے عقل

اسی لئے دی ہے کہ اُسکے ذریعہ سے اُسکی اور اُسکے رسول کی معرفت حاصل

ہو عقل ہی وہ ہے جو ایک باشعور شخص کو ہاتھ پکڑکر تحقیق کی طرف لیجاتی

اور رسول و نبی کی صدق کا یقین دلاتی ہے۔

اگر عقل نہوتی تو انبیاء و رسل کی چیختے چیختے آوازیں پڑ جاتین اور

کوئی اُنکی بات بھی نہ سنتا اور اگر سنتا تو اُسپر یقین کرنیکا کوئی باعث نہین تھا

مین اُمید کرتا ہون کہ آئندہ سے مستفسر صاحب اپنی زبان سے کبھی

نہ نکالینگے کہ "اصول دین کو عقل سے نہیں بلکہ نصوص قرآنیہ سے سمجھنا چاہیئے"

بے شک اگر اصول دین مین سے کوئی امر ایسا ہو جس کی تصدیق پر قرآن مجید کی سچائی کا اعتقاد موقوف نہین ہے تو اُس کو قرآن مجید کی رو سے ثابت کرنا صحیح و درست ہی جس طرح اگر قرآن مین کوئی آیت اُسکے متعلق نہ موجود ہو لیکن عقل قطعی طور سے اُسکا فیصلہ کرتی ہو تو اُسکا ماننا ضروری ہے، عدل کا مسئلہ ایسا ہے کہ اُسمین عقل اور قرآن دونون متفق طور پر ناطق ہین، ایک طرف عقل بتلاتی ہے کہ اگر خدا عادل نہو تو جزا اور سزا اور دیانت و معاد سب باطل ہین اور چونکہ خدا کامل بالذات ہی اُسمین نقص کا شائبہ نہین لہذا ظلم اُس پر محال ہے، دوسری طرف قرآن مختلف انداز سے خدا کے عادل ہونے کی گواہی دیرہا ہے اور ظلم کی صریحی طور سے نفی کرتا ہی، لہذا ایک عاقل اور مسلمان شخص کو اسکے تسلیم کرنے مین کیا عذر ہوسکتا ہی؟

مسئلہ امامت کی مختصر بحث

امامت کے معنی

امامت کے لغوی معنی تو پیشوائی کے ہین اور اسی حیثیت سے جماعت مین نماز گذاردن کے مقتدا کو امام کہا جاتا ہے لیکن جناب باری کی اصطلاح

مین امامت ایک خاص منصب اور مرتبہ کا نام ہے جس کو وہ صرف اپنے انتخاب سے قابلیت اور استعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

خدائی مناصب و مراتب کی حقیقت تک انسانی فہم و ادراک کہان پہونچ سکتا ہے دنیاوی سلاطین کہ جن کو اُس بارگاہ قدس و جلال سے کوئی نسبت ہی نہین اُنکے مقرر کئے ہوئے منصب اور مرتبون کو دیکھکر ہر شخص یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ اُنکے لئے کوئی خارجی حقیقت اور ماہیت نہین ہوا کرتی جسکو الفاظ کے ذریعہ سے علیحدہ علیحدہ بیان کیا جائے بلکہ اُنکا تعدد و تمایز و اختلاف سب نظر سلطان اور اُسکے قرار داد و اعتبار پر مبنی ہوتا ہی اور اسی قرارداد کے باعث اُن مین فوقیت و ماتحتی پیدا ہوتی ہے"۔

بیشک آثار اور لوازم کی حیثیت سے ان منصبون اور عہدون مین فرق و امتیاز کا سمجھنا ممکن ہے، امامت، نبوت، رسالت، یہ تینون منصب جداگانہ ہین جنمین قدرت کی طرف سے مراتب و درجات مین تفاوت رکھا گیا ہے، نبی کی حیثیت صرف اُس مخبر کی ہے جو لوگون کو خدا کی یاد دلائے اُنکو عذاب الٰہی سے ڈرا کر اور ثواب الٰہی کی طرف بلا کر ایمان کے راستہ کی طرف دعوت دے سکے۔

اس سے ذرا بلند رسول کا مرتبہ ہے کہ وہ خدا کا سفیر ہے جو اُسکی طرف سے

احکام کا اجراء کرے قانون نافذ کرے اور اُس پر لوگون کو عمل پیرا بنائے
نبی و رسول کی تصدیق اگرچہ لازم اور اُسکا اتباع ضروری ہے لیکن اُس
محدود دائرہ مین کہ جسکے اندر اُسکی نبوت اور رسالت کو محدود کیا گیا ہے
اور وہ بھی اسی حیثیت سے کہ وہ مخبر صادق اور سفیر ہے، امامت کا درجہ
اُن دونون سے بلند ہے، امام کی صورت نہ مخبر کی ہے نہ سفیر کی بلکہ وہ
خدا کی طرف سے پیشوائے خلق اور مطاع مطلق بنا کر کھڑا کیا جاتا ہے وہ
باری تعالیٰ عز اسمہ کی طرف سے ایک نمونہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا
جاتا ہے کہ لوگ اُسکے قدم بقدم چلین اُسکی بات کو سنکر عمل کرین اُسکے
ہر طرز عمل کی موافقت کرین اور اُسکی اطاعت کو اپنا نصب العین سمجھین
جو شخص نبی یا رسول ہو اُسکے لئے امام ہونا ضروری نہین اور جو امام خلق
قرار دیا جائے اُسکے لئے نبی یا رسول ہونے کی شرط نہین ہے، ہان یہ
ممکن ہے کہ باری تعالیٰ کسی کامل ہستی مین نبوت رسالت، امامت
سب کو جمع کردے"

جو شخص نبی و رسول ہے لیکن امام نہین ہے وہ کسی طرح مرتبہ مین
اُس شخص کے برابر نہین جس کو امامت عطا کر دی گئی ہے اور اگر ایسا شخص
ہے جس مین قدرت نے نبوت و رسالت و امامت جمع کردی ہے وہ امامت
کی حیثیت سے اُس شخص کا جو تنہا امام ہو شریک ہوگا لیکن صفات نفسیہ

اور فضائل ذاتیہ مین ہو سکتا ہے کہ اُس سے مساوی ہو اور ہو سکتا ہی کہ
کہ کم ہو یا زیادہ یہ نہین کہا جا سکتا کہ چونکہ وہ امام ہونیکے ساتھ رسول
و نبی بھی ہے تو اُسکا درجہ و مرتبہ زیادہ ہوگا، کیونکہ اعلی مرتبہ مین مساوی
ہونیکے ساتھ کسی کا ادنی درجہ پر فائز ہونا اُسکی فضیلت کا موجب نہین ہو سکتا
جس طرح اگر دو شخص ایسے ہین جو مولوی فاضل پاس ہین لیکن ایک نے انہین
سے مولوی یا عالم کا امتحان بھی دیا ہے تو یہ اُسکے فضلیت کا باعث نہین
ہو سکتا انگریزی دان اصحاب یون سمجھ سکتے ہین کہ دو شخص جو بی اے کے درجہ
کی برابر سے سند رکھتے ہون لیکن ایک اُن مین سے کسی نہ کسی طرح علیحدہ
سے پڑھکر براہ راست بی اے کے امتحان مین شریک ہوکر کامیاب ہے تو
کیا وہ شخص جو بی اے کے قبل انٹرنس کے درجہ کا سارٹیفکیٹ بھی حاصل
کر چکا ہے اُس پر فوقیت رکھتا ہے، انبیاء سابقین مین جہان تک نظر ڈالی
جاتی ہے اُنکا خط فضیلت نبوت و رسالت کے نقطہ تک منتہی ہو جاتا ہے
لیکن ایک ابراہیم خلیل الرحمن کی ذات ایسی ہے جس مین مبدأ فیض نے
تینون منصبون کو جمع کر دیا تھا،

نبی و رسول کا مرتبہ تو پہلے ہی سے حاصل تھا کلمات تامات کے
امتحان مین کامیاب ہونے پر امامت کا درجہ بھی عطا ہوا اور انّی جاعلک
للناس اماماً کی سند مل گئی۔

ہمارے نبی اکرم رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت تمام انبیائے سابقین سے بلا استثنا ثابت ہی لہذا یقینی ہے کہ حضرت بھی تینوں منصبوں کے حامل تھے اور رسالت ونبوت کے ساتھ امامت کا درجہ بھی حضرت کو حاصل تھا، اور چونکہ حضرت باری عزاسمہ نے حضرت کو پیشوائے مطلق قرار دیکر کسی کا استثنا نہیں کیا تھا لہذا یہ ماننا لازمی ہی کہ حضرت افضل خلق تھے،

ہمارے مذکورہ بالا بیانات سے یہ امر بخوبی ثابت ہی کہ امام کے لئے پیشوائے خلق اور مطاع مطلق ہونا ضروری ہی اور باری تعالیٰ کی جانب سے اُسکے قول و عمل کا اتباع تمام افراد بشر کا فرض ہوتا ہی۔

امام اگر خود نبی ورسول ہو تو مستقل طور پر نبی ہونیکی حیثیت سے تبلیغ احکام شریعت کریگا لیکن اگر امامت کا منصب کسی ایسی ہستی کو حاصل ہی کہ جو اُس سے افضل رسول ونبی امام کی موجودگی مین اُسکے زیر حکم اور تابع فرمان قرار دی گئی ہے تو اُس پیغمبر کی وفات کے بعد اسی ہستی کا پیشوائے خلق ہونا لازمی ہے اور خلافت ونیابت کے لباس مین اس امامت کا ظاہر ہونا ضروری ہے اور امامت کی اس مخصوص قسم کو ان لفظون مین بیان کرنا صحیح ہے کہ "ھی الریاسۃ العامۃ الالھیۃ خلافۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی امور الدین والدنیا بحیث یجب اتباعہ علی کافۃ الامۃ" اور یہی وہ ہی کہ جس کو نبوت کی فرع کہا جاتا ہے،

اس بیان سے یہ امر واضح ہو گیا کہ امامت کا مفہوم ایک ہی ہے، آثار ولوازم اسکے مختلف ہین! ابراہیم کو جو امامت ملی تھی وہ وہی تھی جو خاتم النبیین کے جانشین ووصی امیر المومنین علیہ السلام اور اون کی اولاد کے لئے ہم ثابت کرنا چاہتے ہین بیشک چونکہ ابراہیم خود نبی ورسول تھے لہذا آن کی امامت استقلالی حیثیت رکھتی تھی اور ہمارے ائمہ معصومین ع چونکہ خاتم الانبیاء ص کی شریعت کے حافظ ونگہبان مقرر ہوئے تھے لہذا انکی امامت جانشینی اور خلافت کے عنوان سے تھی، امامت کی حقیقت ایک ہی ہے صورتین بدلی ہوئی ہین، اب مستفسر کا یہ اعتراض کہ "کیا جناب ابراہیم کو مرتبہ نبوت وخلت پر فائز ہو چکنے کے بعد بھی امامت بمعنی مصطلح جو غیر نبوت ہے عطا ہوئی تھی تو پھر جناب ابراہیم رتبہ نبوت پر ممتاز ہونے کے بعد کس رسول کے خلیفہ بنا دئے گئے اور کس کی خلافت مین ریاست عامہ دینیہ ودنیویہ آن کو ملی" بالکل بادر ہوا ثابت ہو جاتا ہے،

رہ گیا یہ سوال کہ کیا قرآن مجید مین امامت کا استعمال شیعون ہی کے اصطلاحی معنی مین ہوا ہے، اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن مین تو اس لفظ کا استعمال شیعون کے اصطلاحی معنی مین نہین ہوا ہے لیکن شیعون کے اصطلاحی معنی وہی ہین جنھین قرآن کے اندر امامت کا استعمال ہوا ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ اگر امامت کسی خاص منصب اور مرتبہ کا نام نہو تو ابراہیم سے مخصوص طور پر

انی جاعلک للناس اماماً کہنے کے کوئی معنی نہیں، تمام انبیا اپنی اپنی

امت کے لئے واجب الاتباع ہوتے ہیں اسمین ابراہیم کی کونسی خصوصیت

ہے آخر نبوت و رسالت کے حاصل ہونیکے بعد ابراہیم مین کونسی کسر رہ گئی

تھی کہ اذ ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات کے مندرجہ کلمات کے ساتھ

انکا امتحان لے لیا گیا، اور فاتمھن کے نتیجہ امتحان اور کامیابی پر انی

جاعلک للناس اماماً کی سند عطا ہوئی، ایک سب جج کو امتحان کے بعد

کامیاب ہونے پر منصف کی کرسی دینا صحیح ہے یا جوڈیشل کمشنر کا عہدہ۔

یقیناً کسی مرتبہ پر فائز شخص کو جب امتحان لیکر کامیابی کا انعام دیا

جائیگا تو وہ پہلی مرتبہ سے بلند ہی مرتبہ ہوگا،

اصل و فرع کا فرق کسی کا طبعزاد نہیں اور نہ مطلق امامت کا لازمہ ہے

بلکہ مخصوصاً جب امامت کسی نبی و رسول کے زیر سیادت ہوگی تو اس میں خود

بخود فرعیت پیدا ہو جانا ضروری ہے،

امامت عامہ و خاصہ

جس طرح نبوت میں دو مرحلہ ہیں جنمیں سے ایک نبوت عامہ ہے اور

دوسرے نبوت خاصہ اسی طرح امامت کی بحث بھی دو حصوں میں منقسم ہے

امامت عامہ اور امامت خاصہ،

امامت عامہ مین عمومی حیثیت سے ثابت کیا جاتا ہے کہ رسول کی عدم موجودگی مین حفظ شریعت کیلئے ایک امام کا ہونا ضروری ہے اور یہ کہ امامت مخصوص منصب ہے، جو خدا کی طرف سے قرار دیا جاتا ہے اور بغیر جعل الٰہی کے حاصل نہین ہوسکتا اور عصمت و علمیت و افضلیت وغیرہ اُسکے شرائط ہین امامت خاصہ کے معنی یہ ہین کہ مخصوص طور پر نصوص قطعیہ سے اُس ہستی کی تعیین کیجائے جسکو باری تعالیٰ نے امامت کیلئے منتخب کیا ہو بنا بریں صاحب لواعظ کے مقالہ مین متعدد آیتین جو نقل کیگئی ہین اُنمین سے بعض امامت عامہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہین جنسے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ امامت ایک مخصوص منصب ہے جس کیلئے انتخاب خداوند عالم کی جانب سے ہوتا ہے اور یہی جعلنا منھم أئمۃ وجعلنا ھم ائمۃ و نجعلھم أئمۃ کی لفظون مین اپنے انتخاب کا اعلان کیا کرتا ہے، ان آیات کو امامت خاصہ کی دلیل سمجھکر یہ اعتراض کرنا کہ " ان آیتون مین جناب موسیٰ اور بنی اسرائیل یا اسحٰق و یعقوب کا تذکرہ ہے ان کو اثنا عشری امامت سے کوئی تعلق نہین " عدم تدبّر کی دلیل نہین تو کیا ہے۔

امامت اور حکم عقل

مستفسر کو اس امر مین پیش و پنج ہوا ہے کہ " جب اثنا عشری امامت کی تعیین و معرفت شیعون کی عقل محض پر منحصر اور عقلاً واجب ہے تو پھر باب امامت مین نص خدا و رسول کو ضروری جاننا چہ معنی دارد ؟ لیکن اگر وہ تامل سے کام

لیجئے تو اس سوال کا جواب بالکل آسان نظر آتا ہے بے شک امامت کا ضروری ہونا عقلی دلیل سے ثابت ہے اور عقل قطعی طور سے بتلاتی ہے کہ رسول ص کی وفات کے بعد شریعت نبویہ کی حفاظت کے لئے ایک امام کا ہونا ضروری ہے لیکن وہ امام کون ہو، اُسکی تعیین کے لئے عقل حاکم ہے کہ نص خدا و رسول کی ضرورت ہے امام وہی ہو سکتا ہے کہ جو باری تعالیٰ کا انتخاب کیا ہوا ور منصوص من اللہ ہو لہذا عقلی حکم کے روسے تعیین شخص امام مین نص خدا و رسول ضروری ہے۔

جعل الٰہی ونص فعلی

صد ہا ن گذر گئین متکلمین و مفسرین و ارباب حدیث کے طبقہ آئے اور منقرض ہو گئے خلافت کا مبحث کبھی ہمیشہ محاذ جنگ بنا رہا اور موافق و مخالف لشکر ہمیشہ ہی صف آرا رہے علمائے شیعہ بیچارے ہمیشہ یکارتے رہے کہ خلافت و امامت کے لئے جعل الٰہی کی ضرورت ہے اور بغیر نص قطعی کے خلافت ثابت نہین ہو سکتی لیکن علمائے اہلسنت یہی کہتے رہے کہ خلافت و امامت کا جعل الٰہی اور نص خدا و رسول سے کوئی تعلق نہین، اُمت خود جس کو چاہے اپنے اختیار سے خلیفہ بنا سکتی ہے،

مستفسر کا ضمیر خود اس عقیدہ کی کمزوری کا معترف تھا لہذا انھون نے ذرا اخلاقی جرأت کر کے اپنے قدیم اور دیرینہ اعتقاد سے کنارہ کشی کر کے شیعون

کی ہمنوائی اختیار کرلی ہے، وہ رقمطراز ہین :۔

"آیات قرآنیہ اور نصوص فرقانیہ سے اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہے کہ امامت للناس اور خلافت فی الارض کا مدار صرف جعل الٰہی اور خداوند عالم کے نص فعلی پر ہے، رسول کے قول یا فعل کو عطائے امامت وخلافت مین کوئی دخل نہین ورنہ جناب ابراہیم علیہ السلام اپنی ذریت مین سے جس کو چاہتے اپنے قول یا فعل سے امام بنا دیتے اور خدائے ذوالجلال سے اپنی ذریت کے لئے استدعائے امامت نہ کرتے" پھر صفحہ ۸ پر لکھتے ہین

"آیت ہذا اس امر کی بین شہادت ہے کہ امامت بدون جعل الٰہی ناممکن الحصول ہے اسلئے جناب ابراہیم خلیل اور رسول ہونے کے باوجود بغیر جعل الٰہی اس منصب جلیل پر فائز نہو سکے اور نہ اپنی ذریت مین سے کسی کو اس منصب عظیم پر باختیار خود مامور کر سکے بلکہ بارگاہ الٰہی مین اپنی ذریت مین سے امام بنائے جانے کی التجا کی"۔

پھر صفحہ ۱۰ مین ملاحظہ ہو "خلیفہ فی الارض اور امام للناس وہی ہوتا ہے جسکو خود خداوند عالم بناتا ہے"

یہ تو حقیقت کے اعتراف کی وہ آوازین ہین جن کو بے اختیار خداوند عالم منکرین کے دہنون سے نکلوا لیا کرتا ہے اور یقیناً مستفسر اس حیثیت سے مبارکباد کے مستحق ہین کہ انھون نے بہت صفائی کے ساتھ اپنے مذہبی روایات سے

دستکشی کرکے نصب امام کو جعل اور تعیین باری کا پابند قرار دیا ہے لیکن انھون نے اسکے بعد جس وادی مین قدم رکھا ہے وہ پہلے سے زیادہ خارزار اور پرخطر ہے۔

اُن کا خیال ہے کہ جو شخص کسی نہ کسی طرح تخت حکومت کا مالک بنجائے اور فوج ولشکر وغیرہ اُسکے ہاتھ لگ جائے تو وہ ہی خداوند عالم کی جانب سے منصوص اور معین ہے خود اُسکا لوگون پر مسلط ہوجانا اُسکے حقیت کی دلیل اور خداوند عالم کی نص فعلی اور عملی شہادت ہے"

زیر بحث رسالہ مین متعدد جگہ اشارۃً وکنایۃً اس مطلب کو لکھا گیا ہے یہ فرسودہ عقیدہ کہ بندون کے افعال خیر و شر سب خدا کی طرف استناد رکھتے ہین اگر اپنے تمام لوازم وآثار کے ساتھ قبول کیا جائے تو یقیناً اُسکا نتیجہ یہ ہے کہ لوگون کا کسی شخص کو خلیفہ اور امام بنانا عیناً خدا کا فعل اور اُسکا عملی جعل ہے لیکن افسوس ہے کہ وہ عقیدہ کچھ اتنا کم قسمت تھا کہ خود اسکے ماننے والے ہمیشہ تاویل وتوجیہ ہی کرتے رہے کیونکہ اُنکے خیال کی بنا پر ثواب وعقاب بیکار اور جزا وسزا باطل ہوجاتی ہے، شراب پینا اُسکے پینے والے کا کام نہین بلکہ خود خداوند عالم کا کام ہے لہذا اس بیچارے کو سزا دینے کا نتیجہ؟

امام کے معنی اگر سلطان جابر، ظالم، زبردست، متمرد وغیرہ کر دیئے جائین ... شخص جسنے ... ظلم وقہر غلبہ ... کر کے ... سلطنت دنیا کو

حاصل کرلیا ہے خدا کی طرف سے امام خلق ہے اور خود اسکا سلطان بنجانا اسکے امام مجعول من اللہ ہونے کی دلیل ہے، اور اس صورت مین چنگیز خان ہلاکو، تیمور، نادر وغیرہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے امام مجعول من اللہ ہونگے اور موجودہ زمانہ مین جبکہ اسلامی عثمانی خلافت کا شیرازہ غازی مصطفے کمال پاشا کے ہاتھون بکھر چکا ہے یورپ کے بڑے بڑے سلاطین خدا کی طرف سے مقرر کئے ہوئے امام سمجھے جانا ضروری ہین،

لیکن اگر امامت صرف جبر وظلم قہر وغلبہ سے بادشاہ بن بیٹھنے کا نام نہین بلکہ امام وہ پیشوائے خلق ہے جسکو خدا نے اپنی جانب سے مقرر فرمایا ہو اور جسکی اطاعت واتباع کو فریضہ لازمہ بنادیا ہو جیسا کہ قرآن مجید سے ظاہر ہے تو اسکی تعیین وتشخیص سلطنت وحکومت کا مالک بن جانے سے نہین ہوسکتی بلکہ اسکے لئے خداوند عالم کے نص قطعی کی ضرورت ہے جو اسکے رسول کی زبانی یا قرآن کی صورت مین امت تک پہونچے۔

اگر امامت کے معنی سلطنت، قہر وغلبہ کے ہون تو مستفسر کو بتلانا چاہیے کہ ابراہیم کس اقلیم کے بادشاہ بنادئے گئے تھے اور انکو کیا قہر وغلبہ حاصل تھا، کیا خدا بھی جھوٹ موٹ کی باتین بناتا ہے کہ ابراہیم کو اپنے نص فعلی سے امامت عطا نہین کی لیکن خوش کرنے کیلئے کہدیا انی جاعلک للناس اماما۔ یہ امر بھی غور کے قابل ہے کہ جب امامت کے معنی ظاہری سلطنت

اور غلبہ کر رہے ہین اور اس بنا پر یزید و ولید متوکل و ہارون رشید ایسے ظالم و جابر سلطان بھی خداوند عالم کی طرف سے امام مجعول ہین تو خداوند عالم کا وعدہ کہ لاینال عہدی الظالمین کہان گیا؟!

کیا مستفسر کے نزدیک خدا بھی وعدہ خلاف دغا باز کذاب ہے،

نعوذ باللہ من ذلک۔

نصِّ خدا اور فعلِ رسولؐ

صلا " امامت کا مدار جعل آلہی پر ہے رسول کے قول یا فعل کو اعطائے امامت وخلافت مین کوئی دخل نہین ورنہ جناب ابراہیم علیہ السلام اپنی ذریت کیلئے استدعائے امامت نہ کرتے لیس اثنا عشری امامت کے باب مین نص رسول کے ضروری جاننے کا مفاد کیا ہے۔

صہ " جب اثنا عشری امامت کے لئے خداوندعالم کی نہ فعلی شہادت ہے نہ قولی تو حضرت رسول کی فعلی شہادت کے مختلف افسانے بنانے سے کیا حاصل "؟

ان دونون عبارتون مین ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالنبی مین کمزوری کی جھلک پوری طرح موجود ہے مستفسر کا خیال ہے کہ رسول اپنے ذاتی اغراض

معمولی لوگوں کے جذبات کے تحت میں ہوتا ہے اُن کو یہ معلوم نہیں کہ پیغمبر کی زبان زبان وحی اور ترجمان خدا ہوتی ہے اور اُسکا ہر فعل باری تعالیٰ کے منشاء کا تابع ہوا کرتا ہے،

معلوم نہیں مستفسر نے جعل الٰہی اور خدا کے نص قولی کے معلوم کرنے کا کون سا ذریعہ قرار دے لیا ہے کیا وہ براہ راست کشف والہام کے ذریعہ سے خداوند عالم کی نص کو معلوم کرنے کے آرزومند ہیں؟ درحقیقت امامت کا مدار جعل الٰہی پر ہے لیکن جعل الٰہی کے معلوم کرنے کا ذریعہ رسول کا قول یا اُن کا عمل ہے، مرادات الٰہیہ کا ظہور نبی کی زبان سے قرآن کی صورت میں ہو یا غیر قرآن بہر صورت واجب الاتباع ہے، اور اسی لئے نص خدا و نص رسول دونوں کا اعتبار کیا گیا ہے نص خدا سے مراد قرآن اور نص رسول سے مراد حدیث نبوی ہے۔

انبیا ایسے اہم معاملات کو صرف اپنے ارادہ واختیار سے انجام نہیں دیا کرتے تھے ابراہیم کا اپنی ذریت کیلئے استدعائے امامت کرنا خود اسکی دلیل ہے، دراین صورت اگر پیغمبر کسی کے متعلق امامت وخلافت کا اعلان کر دے تو معلوم ہوگا کہ وہی خدا کی جانب سے اس منصب عظیم کے لئے مقرر ہوا ہے حق تعالیٰ سبحانہ نے قرآن مجید میں (وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ) فرما کر رسالتمآب کے ہر قول کو مرضی الٰہی کا آئینہ بنا دیا ہے

اور ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی کہکر اُنکے فعل کو اپنی طرف منسوب کر دیا ہے۔

کاش اگر مستفسر کو قرآنی نصوص پر نظر ڈالنے کا موقع نہ تھا تو وہ قادیاں کے امام اور مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی کے تصریحات پر ایک نگاہ ڈال لیتے۔

ملاحظہ ہو کتاب "التبلیغ" مطبوعہ مطبع کوا پریٹو سٹیم پریس لاہور باہتمام جماعت احمدیہ نمبر صفحہ طبع اول ۱۰۰

الا یعلمون ان الذین یرسلون من لدن ربھم لا یحتاجون الی بیعۃ احدوھم من ربھم یتعلمون وکل علم منہ یاخذون بہ یبصرون وبہ یسمعون وبہ ینطقون بسکن فیھم روح اللہ فھم بروحہ یتکلمون وبہ ینورون کل من سلم نظم فطرتہ وبھا یفیضون وبہ یطلعون علی کنوز العلم ویقیمون حجۃ اللہ علی کل من لج بانکار

کیا ان لوگوں کو نہیں معلوم کہ وہ لوگ جو انہر خدا کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں کسی کی بعیت کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ وہ خدا سے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور ہر علم کو اُسی سے اخذ کرتے ہیں خدائی علم کے ذریعہ سے دیکھتے اور اُسی کے ذریعہ سنتے اور اسی ذریعہ سے بات کرتے ہیں اور خدا کی روح اُنکے اندر ساکن ہو جاتی ہے پھر تو وہ اُسی کی روح کے ذریعہ کلام کرتے ہیں اور اُسی کے واسطہ سے ہر اوس شخص کو جسکی طینت خوب ہے

الحق وجوہ ومن اللہ ینصرون یودع اللہ صدورھم معارف القرآن ویظھرھم علی نوادر وقائع الزمان ویعطیھم شیئا ما لا یعطی غیرھم وھم من غیرھم یمازون

روشنی بخشتے اور اُسی کے سبب سے فیض پہونچاتے اور اُسی کے واسطہ سے علم کے خزانوں پر اطلاع حاصل کرتے اور خدا کی حجت کو ہر اُس شخص پر جو حق کے انکار مین پورا زور صرف کرے تمام کرتے ہین اور خدا کی طرف سے اُنکی مدد ہوتی ہے خدا اُنکے سینون مین قرآنی معارف کو ودیعت کر دیتا اور اُن کو زمانے کے انوکھے واقعات پر اطلاع دیتا اُنکو ایسی شے عطا کرتا ہے جو اُنکے غیر کو نہیں ملی اور اُسی کے سبب سے وہ اپنے غیر پر امتیاز حاصل کرتے ہیں۔"

اس صورت مین رسول کے قول یا فعل کو مرضی الٰہی سے علیحدہ فرض کرنا مستفسر کے لئے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔"

قرآن سے نص رسول کا اعتبار

"امامت کا مدار جعل الٰہی پر ہی پھر اس باب میں نص رسول کے ضروری جاننے کا مفاد کیا ہے" اس کے جواب کی ذمہ داری قرآن پر ہے کیونکہ اسمیں صریحی طور سے ارشاد ہوتا ہے۔

وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی

کسی مومن اور مومنہ کے لئے جبکہ

اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم سبحانہ وتعالی عما یشرکون۔	خدا اور اسکا رسول کسی بارے میں فیصلہ کردیں، یہ حق نہیں ہو کہ وہ اپنے معاملہ میں اپنے اختیار سے کام لیں پاک ہے خدا اور بلند ہے اس

بات سے کہ اسکا کوئی ساجھی یا شریک ہو۔

دیکھو قرآن نے نص خدا کے ساتھ نص رسول کا اعتبار کیا ہے۔ اس میں ہمارے اختیار کو کوئی دخل نہیں۔

احادیث نبویّہ کی توہین

اس موقع پر مستفسر نے بڑی جرأت سے کام لیا ہے وہ تمام احادیث نبویہ کو قصہ و افسانہ جات کا مجموعہ فرض کر کے درجۂ اعتبار سے ساقط قرار دینا چاہتے ہیں۔

ملاحظہ ہو صفحہ ۴ "شیعہ قرآنی آیتوں کو فسانوں کے ضمیمہ جوڑ کر اثنا عشری امامت کے لئے نص بنا لینا ضروری جانتے ہیں۔"

ص ۹ "حضرت رسول کی فعلی شہادت کے مختلف افسانے بنانے سے کیا حاصل کیا ان فسانہ طرازیوں سے یہ صداقت حقہ تبدیل ہو جائیگی الخ۔"

ص ۱۱ "اثنا عشری امامت کو ایمانیات میں داخل کرنے کے لئے فسانوں کے ضمیمے مہیا کرنے کے ساتھ ہی نئے لغت ایجاد کرنے کی بھی ضرورت پڑتی ہو۔"

رہا غدیری فسانہ سو وہ منطوق آیت تو ہے نہیں لہذا اُس کو اثنا عشری امامت کی نص وہی لوگ مانین گے جو قصے کہانیون کو نص خدا سمجھتے ہیں۔"

ص۱۲" کیا شیعہ انھین افسانوں کو کلام الٰہی سمجھتے ہین جنکو اثنا عشری امامت کا ماخذ بنا رکھا ہے کیا شیعی ایمان بالکتاب کے معنی یہی ہین کہ قرآنی آیتون مین کہانیون کے پیوند لگا کر ایسوں کی امامت کا اصول ایمان مین داخل ہونا ضروری بنا لیا جائے جنکا کچھ اشارہ بھی قرآن مجید مین نہین ہے"

ص۱۴" شاعرانہ تخیل آفرینیون اور فسانون کی رنگ آمیزیون سے اگر تمام قرآن مجید کو اثنا عشری امامت کا تہنیت نامہ بنا لیا جاے فلا مانع لہ"

مستفسر صاحب قصص اور افسانون کی لفظ کہکر احادیث کی وقعت کو کم کرنا چاہتے ہین اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی قصہ یا افسانہ کو وہ کتنا ہی صحیح اور متواتر کیوں نہ ہو ماننے پر طیار نہین:

اُنکو معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن مجید کے سات ابواب مین سے ایک مستقل باب قصص کا ہے اور اُسکے سورون مین سورۂ قصص مشہور و معروف ہے۔

احادیث کو قصص و حکایات مین داخل کر کے اُنکی وقعت کو گھٹانا سوء تدبر کی دلیل ہے، باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

فاقصص القصص علیہم لعلھم یتفکرون۔ اے رسول ان کے سامنے قصہ و حکایات بیان کرو شاید اُنکو خدا کی یاد آئے۔

اور خود اپنی طرف نسبت دیتے ہوئے ارشاد ہوا ہے"

نحن نقص علیک احسن القصص — ہم تمھارے سامنے بہترین قصہ و حکایات بیان کرتے ہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے"

منہم من قصصنا علیک و منہم لم نقصص علیک — ان انبیاء میں سے کچھ ایسے ہیں جنکا قصہ ہم نے تم سے بیان کیا ہے اور بعض ایسے ہیں جنکا قصہ بیان نہیں کیا"

اخبار متواترہ سے جو واقعات و حقائق ثابت ہو چکے ہیں انکا صرف افسانہ کہکر انکار کرنا عاجزی اور درماندگی کی علامت ہے۔

سلف صالحین اور صدر اسلام سے اسوقت تک کے صحابہ و تابعین، تبع تابعین، علمائے فقہ و رجال، ائمہ حدیث و تفسیر حفاظ و جامعین سنن و صحاح کیا سب قصہ گو اور فسانہ نویس تھے اور جبکہ انکے نقل کیے ہوئے اخبار و احادیث کسی وقعت کی نظر سے دیکھنے کے مستحق نہیں تو انکا ذاتی آراء و خیالات کے تحت میں کسی کی خلافت پر اجماع کب قابل قبول ہو سکتا ہے"

احادیث کے متعلق مرزا صاحب کا خیال

احادیث صحیحہ کے انکار اور اپنے منشاء کے خلاف اخبار کو پس پشت

ڈالنے کی بنیاد علمی حیثیت سے اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے قرار دیدی تھی لیکن خود اپنی تصریح کے مطابق وہ احادیث کو حقائق اسلام کا خزانہ دار اور معارف حقہ کا سرچشمہ سمجھتے ہین اور قرآن کے خلاف نہونے کی شرط کے ساتھ وہ احادیث کو سر آنکھون پر رکھنے کے لئے طیار ہین اگرچہ انکا عمل قول کے ساتھ مطابقت نہین رکھتا ،

وہ اپنی کتاب "حمامۃ البشریٰ" صفحہ ۳۳ میں رقمطراز ہین ؎

انا لا ننظر الی الاحادیث بنظر الاستخفاف والتوھین بل نحن نشکر ایمۃ المحدثین ونحمد ھم علی سعیھم ولاشک ان للاحادیث شاناً عظیماً وھی حاملۃ لتواریخ الاسلام ولاکثر مسائل الدین وجزئیاتہ ونعظمھا ونعزھا ونقبلھا بالراس والعین ولکنا لا نقدمھا علی کتاب اللہ الامام المھیمن واذا تخالف الحدیث والفرقان فی امر من القصص فنشھد الثقلین	ہم احادیث کو احتقار و توہین کی نظر سے نہین دیکھتے ہین بلکہ ائمہ محدثین کا انکے مساعی پر شکریہ ادا کرتے اور اونکی حمد وثنا کرتے ہیں اور اس میں شک نہین کہ احادیث کا بڑا مرتبہ ہے اور وہ تواریخ اور بہت سے مسائل و جزئیات دین کی حامل ہین اور ہم انکی تعظیم اور اعزاز کرتے ہین اور اونکو بسر و چشم قبول کرتے ہین لیکن بیشک ہم اونکو کتاب خدا پر مقدم نہین کرتے اور جب حدیث و قرآن مین کسی قصہ کی بابت خلاف ہو تو ہم تمام جن و انس کو گواہ کرتے ہیں کہ

انا مع القرآن ولانبالی طعن
الطاعنین ونعلم ان الخیر کله
والسلامة کلها فی جعل القرآن
معیار المثل هذه الاخبار
فالقانون الصحیح العاصم من
الخطأ ان نعرض کل قصة علی
القرآن فان کان ذکرها فی القرآن
او ذکر امر یشابهها فنقبل
ونؤمن به ونعتقد علیه وان لم
یوجد شبیهه فی القرآن لا فی
هذه الامة ولا فی امم اخری بل
یوجد فیه شیء یعارضه فمن
الواجب ان لا نقبل هذه القصص
الا فی ذی التاویل۔

ہم قرآن کے ساتھ ہین اور طعنہ زنی
کرنے والون کے طعن کی کوئی پروا نہین کرتے
اور یقین رکھتے ہین کہ خیر وسلامتی پوری
اسی مین ہی کہ قرآن کو ان اخبار کا معیار
قرار دین لہذا صحیح اور غلطی سے محفوظ
رکھنے والا قانون یہی ہے کہ ہم ہر قصہ
کو قرآن کے سامنے پیش کرین، اگر اسکا
ذکر قرآن مین ہو یا کسی ایسے امر کا ذکر
جو اسکے مشابہ اور ہم صورت ہو تو اسکو
قبول کر لیا جائے اور اس پر ایمان و
اعتقاد رکھا جائے اور اگر اسکی شبیہ قرآن
مین دستیاب نہو نہ اس امت کے اندر
اور نہ پچھلی امتون مین بلکہ اسمین کوئی
ایسی چیز پائی جائے جو اسکے معارض
ومخالف ہے تو ضروری یہ امر ہے کہ ان قصوں کو تسلیم نہ کیا جائے لیکن تاویل و توجیہ
کے لباس مین۔

مستفسر صاحب کو اس عبارت سے سبق لینا چاہیئے اس سے چند باتین مستفاد

ہوتی ہین۔

(۱) احادیث تحقیر و توہین سے دیکھنے کے مستحق نہین بلکہ سر آنکھوں پر رکھنے کے قابل ہین۔

(۲) ان احادیث مین اسلام کے مستند تاریخی واقعات اور مسائل و احکام دینیہ محفوظ ہین، (صرف افسانہ جات اور حکایات کا مجموعہ نہین)

(۳) حدیث اور قرآن مین جب مقابلہ ہو تو قرآن مقدم ہے۔

(۴) خبر کی صحت کا معیار یہ ہے کہ جس امر کو وہ بتلاتی ہو خود وہ یا اُسکے مثل و نظیر موجودہ امت مین ہو یا امم سابقہ مین قرآن مجید کے اندر مذکور ہو۔

(۵) اگر حدیث سے جو امر مستفاد ہے اُسکی نظیر کسی طرح قرآن مین مذکور نہین بلکہ اُس کے خلاف قرآن کے اندر ہے تو پھر بھی حدیث کو غلط کہکر رد نہین کر دیا جائیگا بلکہ اُس کی توجیہ و تاویل کی جائے گی، ہم کو اس معیار کے صحت و سقم سے کوئی کام نہین لیکن صرف اتنا چاہتے ہین کہ امامت اثنا عشر کے احادیث صحیحہ کو اس معیار پر جانچ کر مستفسر کو دکھلا دین کہ یہ احادیث صرف تخیلات و افسانہ جات نہین ہین ؎

امامت ائمہ اثنا عشر کے قرآنی نظائر

پہلی نظیر ولقد اخذ اللہ میثاق   اللہ تعالی نے بنی اسرائیل سے

بنی اسرائیل وبعثنا منھم اثنی	عہد و پیمان لیا اور اُن میں بارہ
عشر نقیبا (مائدہ پ ٦)	نقیبوں کو مقرر کیا۔

امت سابقہ یعنی بنی اسرائیل میں ہدایت کے لئے جناب باری کی طرف سے بارہ نقیب مقرر کئے گئے تھے جنکی اطاعت و فرمانبرداری کا عہد و پیمان لیا گیا تھا۔ امت مرحومہ کو بہت کچھ مشابہت بنی اسرائیل سے حاصل تھی جسکو حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمایا کہ لتتبعن نبی اسرائیل حذو القذة بالقذة حتی انھم لو دخلوا فی جحر ضب لدخلتموہ جس طرح تمام حالات میں اس امت کو بنی اسرائیل کے ساتھ مشابہت رہی اسی طرح خلافت و امامت کے باب میں بھی مطابقت کا لحاظ رکھا گیا اور جناب رسالتماب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود تصریح کے ساتھ اس نکتہ کو بیان فرمایا۔

عن الشعبی عن مسروق قال	مسروق کی زبانی نقل ہے کہ ایک
بینا نحن عند ابن مسعود نعرض	روز ہم ابن مسعود کے پاس بیٹھے ہوئے
مصاحفنا علیہ اذ قال لہ فتی ھل	اپنے قرآنوں کو پیش کر کے تصحیح
عھد الیکم نبیکم کم یکون	کر رہے تھے کہ ایک مرتبہ ایک جوان
من بعدہ خلیفة قال انک	نے ابن مسعود سے پوچھا آیا تمہارے
لحدیث السن وان ھذا الشیئ	نبی نے کسی قرارداد کے ذریعہ سے تبلایا ہے

ما سالنی عنہ احد قبلک نعم عہد الینا نبینا صلی اللہ علیہ وسلم انہ یکون بعدہ اثنا عشر خلیفۃ بعدد نقباء بنی اسرائیل (مودۃ القربیٰ للسید علی الہمدانی وینابیع المودۃ) (طبع اسلامبول ص۲۴۵)	کہ اُنکے بعد کتنے خلیفہ ہونگے؟ ابن مسعود نے کہا کہ تم تو کمسن ہو، اور یہ سوال ایسا ہے کہ تمہارے قبل کسی نے مجھ سے اسکو نہیں پوچھا تھا، ہاں بیشک ہمارے رسول نے ہم سے یہ عہد وپیمان قرار دیا ہے کہ آپ کے بعد نقبائے بنی اسرائیل کی تعداد کے موافق بارہ خلیفہ ہونگے۔

اس قسم کی روایتیں جنمیں خلفائے اثنا عشر کا تذکرہ ہے صحاح ومسانید مین کثرت کے ساتھ ہین صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، ترمذی، حمیدی وغیرہ میں متعدد الفاظ کے ساتھ اسکو نقل کیا گیا ہے۔

لا یزال الدین قائما حتی تقوم الساعۃ ویکون علیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش (صحیح مسلم)	ہمیشہ دین قائم رہیگا یہان تک کہ قیامت آئے اور تمام لوگون کے رئیس بارہ خلیفہ ہونگے جو سب قریش سے ہونگے۔

دین کے قیامت تک قائم رہنے کی تمہید کے ساتھ افراد بشر مین بارہ خلفاء ہونے کی خبر دینا صاف طور سے بتلاتا ہے کہ وفات رسولؐ سے روز

قیامت تک کی مجموعی مقدار کہ جسمیں دین کا قیام و بقا رہے پورے بارہ خلفا کی خلافت پر منقسم ہے خصوصاً جب اُسکے ساتھ ضمیمہ ملایا جاتا ہے سنن ابی داؤد کی روایت کا کہ

لایزال ھذا الدین عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش	ہمیشہ یہ دین عزت دار رہیگا جبتک کہ بارہ خلفاء کا سلسلہ باقی ہو جو سب قریش سے ہیں ۔

اور صحیح بخاری اور مسلم کی دوسری حدیث :۔

لایزال امر الناس ماضیا ما ولیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش۔	لوگوں کا دین اُسوقت تک جاری و نافذ رہیگا کہ جب تک بارہ خلفاء اُنکے والی ہیں کہ جو سب قریش سے ہونگے۔

اور تیسری روایت :۔

ان ھذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش	یہ امر دین منقضی نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ بارہ خلفاء گذر نہ جائیں جو سب کے سب قریش سے ہیں۔

ان اخبار سے صاف ظاہر ہے کہ دین کا قیام و بقاء ان خلفاء کے دم تک ہے اور پہلی حدیث میں تصریح ہے کہ دین کا قیام و بقاء روز قیامت تک ہے اس سے صریحی نتیجہ نکلتا ہے کہ ان بارہ خلفاء کو وفات رسول سے لیکر

قیامت تک کی مجموعی مدت میں موجود رہنا چاہیئے، تاج و تخت کے مالک ظاہری خلفاء کا حساب کیا جائے تو شروع سے لیکر اس وقت تک کی مجموعی تعداد کئی درجنوں تک پہونچتی ہے اور اب تو بالکل

"آن قدح بشکست و آن ساقی نماند"

کے مطابق وہ سلسلہ ہی ختم ہو گیا اگر رسولؐ کے کلام میں سچائی کا جوہر ہونا ضروری سمجھتے ہو تو تم کو یہ اخبار ائمہ اثنا عشر علیہم السّلام کی خلافت حقہ کے لئے نص صریح نظر آئیں گے۔"

اور چونکہ ائمہ اثنا عشر کی امامت و خلافت کی نظیر قرآن مجید کے اندر نقبائے بنی اسرائیل کی صورت میں موجود ہے لہذا جناب مرزا صاحب قادیانی کے معیار کے مطابق تم کو ان اخبار کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے

دوسری نظیر ولقد اٰتینا موسےٰ الکتاب وجعلنا معہ اخاہ ھرٰون وزیرًا (فرقان پ ۱۹)

ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور انکے ساتھ انکے بھائی ہرون کو وزیر قرار دیا۔

قال ربّ اشرح لی صدری و یسّر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی واجعل لی وزیرا من اھلی ھٰرون اخی

(موسیٰ نے) کہا کہ بار الٰہا میرے سینہ کو کشادہ فرما اور میرے معاملہ کو آسان اور میری زبان کی گرہ کو کھولدے کہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں اور میرے لیے میرے کنبہ میں سے وزیر قرار دے میرے بھائی ہارون کو

اشدد دبہ ازری واشرکہ فی امری کے نسبحک کثیرا ونذکرک کثیرا انک کنت بنا بصیرا قال قد اجبت سؤلک یا موسیٰ (طٰہٰ پ ۱۶)

اُسکے ذریعہ سے میری پشت مضبوط کردے اور میرے کام مین اُسکو میرا شریک بنا تاکہ ہم دونو کثرت سے تیری تسبیح کرین اور تیری یاد کرین تو تو ہمیشہ سے ہماری حالت کا نگران رہا ہے خدانے فرمایا اے موسیٰ مین نے تمھاری خواہش کو قبول کیا؛

ان آیات کی مطابقت سے جب انت منّی بمنزلۃ ھرون من موسیٰ کی متواتر و متظافر حدیث کو دیکھا جاتا ہے تو علی بن ابی طالبؑ کی وزارت و وصایت مثل آفتاب کے روشن نظر آتی ہے اور چونکہ اُسکی نظیر قرآن مجید مین موجود ہے تو مرزا صاحب کو بھی اس حدیث شریف کو سر آنکھون ہی پر رکھنا پڑیگا۔

تیسری نظیر ولقد ارسلنا نوحًا وابراھیم وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ والکتاب (حدید پ ۲۷)

ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور اُنکی ذریت مین نبوت و کتاب کو قرار دیا۔

رسالتمآبؐ کے لئے رسالت و نبوت و امامت تینون درجہ حاصل تھے لیکن نبوت و رسالت حضرت کی ذات پر ختم ہونے والی تھی اور ا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین) کی مہر نے اسکی فہرست کو ختم کردیا تھا مگر امامت

کے بقاء و دوام کا کوئی مانع نہ تھا، باری تعالی نے امامت کو وصایت و خلافت کی صورت مین رسول کی ذریت کے لئے قرار دیا ائمہ اثناعشر کے لئے امامت و وصایت کے تمام احادیث مذکورہ بالا آیت سے کمال مطابقت رکھتے ہین۔

مذکورہ شواہد و نظائر کو دیکھتے ہوئے مرزا صاحب کے صریحی معیار کی مطابق مستفسر صاحب کو امامت امیر المومنین و ائمہ معصومین کے احادیث کو قصہ و افسانہ سمجھنے کا کوئی حق نہیں ہے،

امامت کے متعلق قرآنی ادلہ

پہلی آیت واذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظالمین (بقرہ پ ۱)

جبکہ ابراہیم کا اُنکے پروردگار نے کچھ باتون کے ساتھ امتحان لیا اور اُنھون نے اُنکو پورا کر دیا تو خدا نے فرمایا کہ مین تم کو لوگون کا امام و پیشوا بناتا ہون م اُنھون نے کہا اور میری ذریت مین سے، ارشاد ہوا کہ ہان مگر میرا عہدہ ظالمین تک نہیں پہونچیگا۔"

قرآنی محاورہ مین ظالم کا اطلاق عاصی پر ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے نفس کو مستحق عقوبت بنا کر اُس پر ظلم کرتا ہے ملاحظہ ہون آیات ذیل

ومن یتعد حدود اللہ

هم الظالمون (بقرہ) — تجاوز کریں وہی لوگ تو ظالم ہین،

ومن یتعدّ حدود اللہ فقد ظلم — اور جس شخص نے اللہ کی معین کی ہوئی

نفسہ (طلاق) — حدون سے تجاوز کیا تو اوس نے

یقیناً اپنے نفس پر ظلم کیا۔

لا تمسکوھنّ ضرارا لتعتدوا — اور اُن (مطلقہ عورتون) کو تکلیف

ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ (بقرہ) — پہونچانے کے لئے نہ روکو تاکہ پھر اُنپر

زیادتی کرنے لگو اور جو ایسا کرے گا تو وہ یقیناً اپنے ہی نفس پر ظلم کریگا۔

فبدّل الذین ظلموا قولاً غیر — تو جو بات اُن سے کہی گئی تھی اُسے

الذی قیل لھم فانزلنا علی الذین — اُن ظالمون نے بدلکر دوسری بات

ظلموا رجزاً من السماء بما کانوا — کہنی شروع کردی تب ہم نے ان لوگون

یفسقون (بقرہ) — پر جنھون نے ظلم کیا تھا اُن کی بدکاری

کی وجہ سے آسمانی بلا نازل کردی،

دخل جنتہ وھو ظالم لنفسہ — اور وہ اپنے باغ مین جا پہونچا حالانکہ

(کھف) — (اپنے کفر کی وجہ سے) وہ اپنے نفس

پر ظلم کر رہا تھا۔

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا — پھر ہمنے اُن لوگون کو کتاب کا وارث بنایا جنھین

من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ — اپنے بندون مین سے منتخب کیا کیونکہ اُنمین سے کچھ تو اپنے

ومنهم مقتصد ومنهم سابق
بالخيرات باذن الله (فاطر)

نفسوں پر ستم کرتے ہیں اور کچھ اُن میں
سے میانہ رو ہیں اور کچھ اُن میں سے باذن
خدا نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں۔

فمن افترى على الله الكذب بعد
ذلك فاولئك هم الظالمون
(آل عمران)

پھر اُسکے بعد (بھی) جو شخص اللہ پر
جھوٹی تہمت لگائے تو سمجھ لو کہ یہی
لوگ ظالم ہیں۔

ليس لك من الامر شيئ او يتوب
عليهم او يعذبهم فانهم ظالمون
(آل عمران)

اے رسول تمھارا اس امر میں کچھ
بس نہیں چاہے اللہ اُنکی توبہ قبول
کرے چاہے اُن پر عذاب کرے کیونکہ
وہ ظالم ضرور ہیں۔

ومن اظلم ممن افترى على الله
كذبا او كذب باياته انه
لا يفلح الظالمون (انعام)

اور کون اوس شخص سے زیادہ ظالم
ہو گا جو اللہ پر جھوٹی تہمت لگائے یا
اُسکی نشانیوں کو جھٹلائے یاد رکھو کہ
ظالم نجات پانے والے نہیں ہیں۔

فلما نسوا ما ذكروا به انجينا
الذين ينهون عن السوء واخذنا
الذين ظلموا بعذاب بئيس بما

پھر جب وہ لوگ اُس نصیحت کو بھول گئے جو اُنھیں
کیگئی تھی (تو) ہمنے اُن لوگوں کو نجات
دیدی جو لوگ اُنکو بری باتوں سے روکتے تھے

کانوا یفسقون (اعراف)

اور وہ لوگ جو ظالم تھے اُن کو اُنکی بد چلنی کی وجہ سے بڑے عذاب میں گرفتار کر لیا"

قال امّا من ظلم فسوف نعذبه ثم یردّ الی ربه فیعذبه عذابا نکرا و امّا من آمن و عمل صالحا فله جزاء الحسنی وسنقول له من امرنا یسرا (کہف)

ذوالقرنین نے کہا کہ جو شخص ظلم کرے گا تو ہم اوسکو سزا دینگے پھر اپنے پروردگا کے سامنے پلٹایا جائیگا اور وہ اُسے بہت بری سزا دیگا اور جو شخص ایمان لے آئیگا اور اچھے کام کرے گا تو اُس کے لئے اچھے سے اچھا بدلا ہے اور ہم بہت جلد اُسے اپنے کاموں میں سے آسان کام کرنے کو کہیں گے،

معلوم ہوا کہ جو شخص معصیت خدا بجالائے اُسکا ظالمین کی صف میں داخل ہونا لازمی ہے اور جو شخص کسی وقت ظالم ہو گیا اُسکو بنص الٰہی امامت کسی وقت پہونچ نہیں سکتی، اسکا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ امامت اُن اشخاص کے لئے مخصوص ہے جو اپنی حیات کے تمام اجزا میں معصیت خدا سے علیحدہ رہیں اور ایسی ہی ہستیوں کو معصوم کہا جاتا ہے اور چونکہ عصمت و طہارت کا مرتبہ بنص خدا و رسول بعد رسالت مآب ہمارے ائمہ معصومین کے لئے ثابت ہے اور اُن کے غیر سے باجماع امت منتفی لہذا امامت اُنھی کا مخصوص حق ہو سکتا ہے۔

اس تقریر سے مستفسر کے اس اعتراض کا جواب ہو جاتا ہے کہ "اس

آیت میں جناب نے جو من ذریتی کو اثنا عشری امامت کی نص بنائی ہے تو کیا ظالمین کو مستثنیٰ کر دینے کے بعد ذریت ابراہیم کا انحصار صرف انھیں دوازدہ میں رہ جاتا ہے اور ان بارہ کے سوا تمام ذریت ابراہیم ظالمین میں داخل ہے؟" اسکے علاوہ دیگر اعتراضات مستفسر کے جو اس آیت کے متعلق ہیں انکا جواب مفہوم امامت کی تشریح کے سلسلہ میں ہو چکا ہے۔

دوسری آیت یا ایھا الرسول بلّغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلّغت رسالتہ — اے رسول تبلیغ کرو اس چیز کی جو تم پر نازل ہوئی ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو اسکی رسالت کو پہونچایا ہی نہیں۔

ابن حاتم، ابوبکر نقاش، ثعلبی، ابن عساکر، ابن مردویہ، صاحب فتح البیان، امام رازی، نیشاپوری، مورخ حبیب السیر، حافظ ابونعیم، عینی شارح صحیح بخاری، امام واحدی، حافظ سیوطی، نظام اعرج، برہان الدین وغیرہ کے تصریحات کے مطابق یہ آیت امامت امیر المومنین کے متعلق وارد ہوئی ہے،

آیت صاف بتلا رہی ہے کہ اگر امامت کی تبلیغ نہوئی تو دین بالکل بیکار ہے گویا کوئی حکم پہونچایا ہی نہیں گیا اور اصول دین کے معنی یہی ہیں کہ ایسا عقیدہ ہو جس کے نہونے پر تمام دینی احکام بیکار ہو جائیں، اس موقع پر

مستفسر کی سمجھ مین بالکل نہین آیا ہے کہ وہ کیا جواب دین ما انزل کے کونسے معنی ایسے تراشیں کہ وہ امامت امیر المومنینؑ کی دلیل باقی نہ رہے لہذا گھبرا کر کہا ہے کہ "اس آیت مین رسول اکرم صلعم کو ما انزل کی تبلیغ کے لئے مامور کیا گیا ہے جو رسالت کی اصلی غایت ہے اور ما انزل الی الرسول صرف کتاب حمید اور فرقان مجید ہے"

اس عجیب و غریب لطیفہ کی داد دیے بغیر دل نہین مانتا، رسولؐ ابتدائے زمانِ وحی سے لیکر آخر تک قرآن کی تبلیغ کرتے رہے اور قرآن کی ایک ایک آیت کو امت تک پہونچایا پھر جبکہ رسولؐ کی عمر آخری حدود تک پہونچے تو حجۃ الوداع سے فارغ ہو چکنے کے بعد اب یہ تہدید آمیز خطاب آئے کہ ہان رسول قرآن کی تبلیغ کرو اور اگر قرآن کی تبلیغ نہ کی تو تم نے کچھ کیا ہی نہین، کیا رسول نے اب تک قرآن کی تبلیغ نہین کی تھی اور کیا قرآن کوئی ایسی چیز تھا کہ ایک وقت مین اُسکی تبلیغ کا حکم اس تہدید آمیز لہجہ مین دینا پڑا اور پھر لطف تو اس فقرہ مین ہے کہ واللہ یعصمک من الناس کیا رسالتمآبؐ کو قرآن کی تبلیغ میں لوگون کا خوف تھا اور تبلیغ سے لرزلرز کر رہ جاتے تھے، اگر قرآن کے معنی مستفسر ہی صاحب کے مذاق کے مطابق بیان کئے جائین تو اُسکا اعجاز تو تشریف لے گیا، وہ ایک مہمل بے موقع غیر مربوط کلام کا مجموعہ ہو جائے گا،

دوسرا اعتراض مستفسر صاحب کا یہ ہے کہ یہ آیت بغیر قصہ و افسانہ جات کے ضمیمہ کے امامت امیرالمومنین علیہ السلام کو ثابت نہین کر سکتی، اسکا جواب سابق مین گذر چکا ہے اخبار صحیحہ اور احادیث معتبرہ کو قصہ و حکایت کہکر پایۂ اعتبار سے ساقط کرنا اسلام کی کوئی اچھی خدمت نہین ہے۔

تیسری آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا — آج مین نے تمھارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کیا اور تمھارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

امامت علیؑ کی تبلیغ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ہے اس کو ابن مردویہ اور ابن عساکر اور خطیب اور ابن جریر طبری مورخ نے اور علامہ سیوطی نے درمنثور اور اتقان مین اور صاحب ترجمان القرآن اور صاحب ارجح المطالب اور دیلمی اور حافظ ابونعیم اور ابن مغازلی اور امام صالحی اور دیگر مفسرین نے نقل کیا ہے جسکے بعد انکار کی گنجائش نہین، جیسا کہ ہم سابق مضمون مین لکھ چکے ہین امامت کے اعلان سے پہلے دین ناقص تھا یا کامل؟ اگر کہو کامل تو قرآن کی تکذیب ہے کیونکہ خدا روز غدیر اکمال دین کی خبر دے رہا ہے اگر کہو کہ ناقص تھا تو معلوم ہوا کہ دین کا ایک جزو امامت ہے اور اسی سے اسکا اصول دین مین ہونا ثابت ہے اس آیت کے جواب مین مستفسر صاحب کو سوائے اس لفظی گرفت کے کچھ بن نہین پڑا ہے کہ

"الواعظ" مین کئی بار جناب خود ہی تصریح فرما چکے ہین کہ اثنا عشری امامت اصول مذہب تشیع ہے نہ اصول دین اسلام اور آیت ہذا دین اسلام کو متعلق ہے نہ مذہب تشیع کے متعلق پس اثنا عشری امامت جو منجملہ اصول تشیع ہے آیت ہذا سے کیونکر مدار ایمان بنگئی" لیکن اسکا تفصیلی بیان سابق مین گذر چکا ہے اصول دین اصول مذہب سے کوئی مغائر اور جداگانہ چیز نہین ہین بلکہ جنکو اصول مذہب کہا جاتا ہے وہ حقیقۃً اصول دین ہین

مرزا صاحب قادیانی اور خلافت حقہ امیر المومنین کا اعتراف

کتاب التبلیغ صفحہ ۱۶۴ مین مرزا صاحب اپنے مکاشفات والہامات کے سلسلہ مین لکھتے ہین :-

رایت فی منام اخر کانی حضرت علیا	مین نے ایک مرتبہ خواب مین دیکھا
ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ	کہ گویا مین علی ابن ابی طالب ہوگیا ہون
والناس یتنازعوننی فی خلافتی	اور لوگ مجھسے میرے خلافت کو چھینا
وکنت فیھم کالذی یضنا	چاہتے ہین اور مین اُنکے درمیان ہین
ویمھن ویغتابہ اذان الظنون	مثل ایک مظلوم اور محصور شخص کے ہون
وھو من الملیریئین فنظر النبی	کہ جس پر طرح طرح کے گمان کئے جائین اور
صلی اللہ علیہ وسلم الی فکنت	وہ بالکل بری ہو۔ اُسوقت نبی نے میری طرف

اخال نفسی الا منہ بمنزلۃ الابناء وھو من آبائی المکرمین فقال وھو متحنن یا علی دعھم وانصارھم وزراعتھم فعلمت فی نفسی انہ یوصینی بصرف الوجہ الخ

نظر ڈالی اور میں اپنے تئیں خیال کر رہا ہوں کہ حضرت کی اولاد کے بجائے ہوں اور حضرت میرے لئے بمنزلہ آباء کے ہیں حضرت نے مہربانی کے ساتھ فرمایا اے علی اونکو اُنکے مددگاروں کو اور اُنکی کھیتی باڑی کو چھوڑ دو اُسوقت میں نے اپنے دل میں یقین کیا کہ حضرت مجھ کو ان لوگون سے منھ پھیر لینے کا حکم دیتے ہیں۔"

اس عبارت سے امیر المومنین ع کا استحقاق خلافت اور لوگون کا حضرت سے اُسکو بجبر وظلم چھیننا اور حضرت کا صرف رسالتمآب ص کی وصیت پر عمل کر کے جدال وقتال سے ہاتھ روکنا صاف ظاہر ہے۔

مِری باری آئی

ابھی تک مستفسر صاحب نے جو دہ صفحہ میں جو گہر افشانی کی تھی وہ جناب مدیر الواعظ کے مقالہ سے تعلق رکھتی تھی اور الحمد للہ ہم نے سابقہ بیانات میں ثابت کر دیا کہ جتنے اعتراضات بھی کئے گئے وہ بے بنیاد اور کمزور بادر ہوا تھے۔

اب میرے مقالہ پر نظر توجہ والتفات کی نوبت آئی ہے

مستفسر صاحب نے مجھ غریب پر بڑا احسان کیا ہے کہ بدل ناخواستہ چار ناچار جو کچھ بھی میں نے لکھا ہے اسکو تسلیم کر لیا ہے۔

طبعزاد کلیہ

مستفسر کو مجھ سے یہ شکایت ہے کہ میں نے اپنے دل سے سوال کی صورت مین یہ کلیہ تراشا ہے کہ کیا جس چیز پر قرآن مین ایمان کی ہدایت کی گئی ہو یا جس چیز کے کفر پر ملامت کی گئی ہو وہ اصول دین مین داخل ہے اور پھر خود مین نے اسکو اختراع کر کے چند آیتون کی رو سے نادرست ٹھرایا ہے۔

لیکن مستفسر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ کلیہ ہمارا طبعزاد اور دل بخواہ نہ تھا بلکہ وہ انکے ہم خیال یا ہم مشرب ہم مذاق قادیانی مذہب کے ذمہ وار داعی و مبلغ مرزا حسام الدین صاحب کے اشتہار سے مستفاد تھا اور چونکہ اسی اشتہار کا جواب دیا جارہا تھا لہذا اس کلیہ کے بطلان کو واضح کر دینا ضروری تھا اور یہی سبب ہے کہ سابق مشتہر صاحب کو باوجود پورے جوش وخروش کے پھر جواب کی جرأت نہوئی آپ بھی ہمارے پرطاقت ادلہ کو دیکھکر اس کلیہ کے بطلان کو اس حد تک تسلیم کر چکے ہین کہ روادار نہین وہ آپ کے کسی ہم مذہب کی طرف منسوب کیا جائے ملاحظہ ہو فاضل مشتہر صاحب اپنے اشتہار ۱۴ رجنوری ۱۹۲۸ء مین رقمطراز ہین :۔

"قرآن کریم نہایت شدومد سے صرف پانچ چیزوں کا نام لیکر انپر ایمان

لانے کی تاکید اکید کرتا ہے اور وہ پنجتن پاک یہ ہیں۔ توحید، رسالت۔ کتب، ملائکہ معاد اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی انہی پانچ چیزوں کو قرآن کریم نے بتایا ہے اور انہی پانچ باتوں پر آپ کا ایمان تا وفات رہا جس کو خدائے تعالے فرماتا ہے۔ فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدو لیکن اس ایمان کے خلاف ایمان رکھنے والے کو خدائے تعالیٰ نے فقد ضلّ ضلالا بعیدا فرمایا ہے، اب اسکے علاوہ اگر کوئی اور چیزوں پر ایمان رکھے وہ سب کے سب بیکار و حبط ہونگے جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین لیکن حضرات اثنا عشر صاحبان نص مبین کے خلاف ایمان کو یوں تعلیم فرماتے ہیں توحید، عدل، نبوت، امامت، قیامت نبی کریم صلواۃ اللہ علیہ وسلم کی فعلی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کو مسلمان بنایا تو اسکو آپ نے اسی ایمان کی تلقین فرمائی جس کو قرآن کریم نے ظاہر فرمایا ہے اور اس ایمان لانے والے کو بھی سخت ہدایت فرمائی کہ خبردار بجز نبیوں کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لانا۔"

اس عبارت سے چند باتیں صاف ظاہر ہیں:۔

(۱) توحید رسالت، کتب، ملائکہ، معاد، یہ پانچ چیزیں مفتہر کے نزدیک اصول دین ہیں کیونکہ ان پر ایمان کا حکم قرآن میں ہے۔ معلوم ہوا کہ اصول دین کا معیار یہی ہے کہ قرآن میں ان پر ایمان کا حکم ہو،

(۲) قرآن نے انہی پانچ چیزوں کو بتلایا ہے اور ان کے علاوہ کسی چیز پر ایمان کی ہدایت نہیں کی ہے۔

(۳) ان پانچ چیزوں پر ایمان کے ساتھ کسی شے کا اگر انکے علاوہ ایمان رکھے تو اسکے اعمال بیکار و حبط ہونگے۔

(۴) کسی غیر نبی پر ایمان صحیح و جائز نہیں ہوسکتا،

(۵) نبی کریم نے جب کسی کو مسلمان بنایا تو آپ نے مذکورۂ بالا اشیاء کی ہدایت کی اور ایمان لانے والے کو سختی سے ہدایت کی کہ خبردار بجز نبیوں کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لاتا،

ہم نے اشتہار کا جواب دیتے ہوئے امور مذکورہ کا جواب مندرجۂ ذیل عنادین سے دیا۔

(۱) ان پانچ چیزوں کو اصول دین ماننا اس بناء پر کہ انکے ایمان کا حکم قرآن میں ہے غلط ہے، اصول دین کا معیار یہ نہیں کہ قرآن مجید میں جس شے کے ایمان کا حکم ہو وہ اصول دین میں داخل ہو اس معیار کو باطل ثابت کرتے ہوئے ہم نے انیس آیتیں قرآن کی پیش کی تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ قرآن میں بہت سے اشیاء پر ایمان کا حکم ہے جو عامۂ مسلمین کے نزدیک اصول دین سے خارج ہیں،

(۲) یہ درست نہیں کہ قرآن میں انہی پانچ چیزوں پر ایمان کی ہدایت ہو بلکہ متعدد آیات سے انکے علاوہ پانچ چیزوں پر اور ایمان کی ہدایت ہوئی ہے۔

(۱) غیب (۲) آیات الٰہیہ یعنی معجزات و عجائب قدرت (۳) کلمات خدا

(۴) عذاب خدا (۵) نعمات الٰہیہ ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر بعض اکابر مفسرین

کی موافقت مین غیب کے معنی امام غائب کے مان لئے جائین تو معترض کی محنت بر

بالکل پانی پھر جائیگا اور امامت اصول دین مین سے ثابت ہو جائے گی لیکن

اسوقت ہم کہتے ہین کہ اگر غائب کی یہ تفسیر تسلیم نہ کی جائے تب بھی اُسکے عمومی مفہوم

کے تحت مین امامت امام غائب داخل ہے اور جس طرح تمام غائب حقائق دینیہ پر

ایمان ضرور ہے اُسی طرح امامت امام کا اعتقاد لازم ہے اسی طرح اتممت علیکم

نعمتی کی دلیل سے امام نعمت خدا ہے اور اُس پر ایمان قرآن کے رو سے

ضروری ہے:

(۳) قرآن مین یہ نہین ہے کہ اگر اس سے زیادہ اعتقاد رکھے تو اس کے

اعمال حبط ہونگے بلکہ ان اشیاء مین سے کسی کے اعتقاد کو ترک کرے تو حبط

اعمال کا سبب ہوگا۔ ہم نے مرزا صاحب قادیانی کے تصریحات سے ثابت

کیا تھا کہ وہ مذکورہ بالا اشیاء کے علاوہ بھی بعض عقائد پر ایمان رکھتے تھے تو معترض

کے معیار پر اُنکے تمام اعمال حبط ہونگے:

(۴) غیر نبی پر ایمان کا عدم جواز کسی دلیل سے ثابت نہین اور خود مرزا صاحب

کے اقوال سے غیر نبی پر ایمان کا ضروری ہونا ثابت ہے۔

(۵) احادیث نبویہ سے ثابت کیا گیا تھا کہ حضرت نے کبھی کسی کو مسلمان بنانے

وقت مذکورۂ بالا اشیاء کی ہدایت نہیں کی اور نہ یہ ہدایت کی کہ خبر دار بجز نبیون کے کسی پر ایمان نہ لانا۔

اب دیکھیئے کہ وہ معیار ہمارا طبعزاد تھا، یا آپ کے ہم خیال مشتہر کے اقوال سے مستفاد؟ ہم کو مستفسر سے پوری ہمدردی ہے اور بے شک یہ معیار اس کا مستحق نہین کہ وہ اُنکے یا اُنکے کسی ہم مذہب کے قلم سے نکلے لیکن کیا کیا جائے لا یصلح العطار ما افسد الدھر۔

بہر حال اُس معیار کو جانے دیجیے خود آپکا بیان کیا ہوا معیار کہ اصول دین کے لئے یہ ضرور ہے کہ اُن پر صریحی طور سے ایمان کی ہدایت ہو بایں معنی کہ لفظ ایمان کا استناد اسکی طرف دیگر ایمان باللہ ایمان بالرسول کی طرح حکم دیا گیا ہو، یہ معیار بھی ہمارے گذشتہ بیان مین باطل ثابت کیا جاچکا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ اِس معیار کے مطابق توحید اصول دین سے خارج ہو جائے گی کیونکہ کہین ایمان بالتوحید کی لفظ قرآن مین نہین ہے اور اگر اس کو ایمان باللہ کے تحت مین داخل کیا جائے تو عدل بھی اُسکے ساتھ ساتھ ایمان باللہ کے تحت مین مندرج ہوگی اور امامت ایمان بما انزل علی النبی کے ذیل مین ہوگی، یقیناً آپ کے بعد کا آنے والا مشتہر آپ کے اس معیار کو بھی ہمارا طبعزاد کلمیہ بتلائے گا، اور اسکی صحت سے انکار کریگا ہم اِس سے خوش ہین آپ جو مطلب بھی ثابت ہو جائے اُس سے یہی کہکر دستکشی کیجیے کہ ہم نے ایسا نہین کہا تھا، رفتہ رفتہ حق سے قریب ہو جائیے گا اور انشاء اللہ

ایک وقت میں کہدیجیے گا "ہم نے کبھی نہین کہا تھا کہ عدل و امامت اصول دین سے خارج ہے" اور یہی ہماری دلی آرزو ہے،

ہمارا معیار تسلیم

کیا خدا کو ظالمین سے محبت ہے مظلوموں سے عداوت؟

خدا کی عمارت کس کس طرح مسمار ہوگئی

ہم نے اصول دین کا معیار یہ ثابت کیا تھا کہ "قرآن و حدیث سے جن جن عقائد کا یقین رکھنا ضروری معلوم ہوا اُنپر نظر ڈالئے جن چیزوں پر احکام شرعیہ کا پہونچنا اور حقیقی طور سے اُنپر عمل پیرا ہونا موقوف ہو وہ اصول دین ہین اور بقیہ اصول دین سے خارج" اس کلیہ سے مستفسر صاحب بہت خوش ہین اور اس کو تسلیم کرتے ہین اور عدل کے اس کلیہ کی رو سے اصول دین مین داخل ہونے کا بھی بظاہر اُنکو اقبال ہے۔ کیونکہ اسکے متعلق اُنھون نے کوئی اعتراض نہین کیا ہے!! امامت کے متعلق ہم نے جو ادلہ پیش کیے تھے اُنکے متعلق بھی اُنکے پاس کوئی خصوصی ایراد نہین ہے لیکن اُنکا صرف ایک بہت بڑا اعتراض ہے جسکی

رو سے وہ ان تمام قرآنی ادلہ، احادیث نبویہ سے کنارہ کشی کرنے پر مجبور ہیں،
انکا خیال ہے کہ چونکہ ائمہ اثنا عشر ہمیشہ دشمنوں کے ظلم و جور کا نشانہ رہے اور
انکی امامت لوگوں نے تسلیم نہیں کی بلکہ اونکو طرح طرح کی اذیتیں پہونچائیں یہانتک
کہ خاتم السلسلہ حضرت حجت، کو پردہ غیبت مین پنہان ہونا پڑا لہذا یہ امام نہیں ہو سکتے
امام وہی تھے جن کے ہاتھ مظلوموں کے خون سے رنگین اور جن کے قید خانہ
بے جرموں سے مملو اور جن کے مکانوں کی دیوار مین بےخطا سادات کے لہو سے
گارا بنا کر تیار کی جاتی تھین۔ یعنی خدا کو ظالمین سے محبت ہے کہ وہ لاینال
عہدی الظالمین۔ کے وعدہ کے بالکل برخلاف امامت کے منصب کے لئے
اُنہی کو اختیار کر سکتا ہے اور مظلوموں سے اسکو بھی عداوت ہے کہ وہ اونکو
اس عہدہ پر قرار نہین دے سکتا،
چنانچہ مستفسر صاحب ص۹ پر رقمطراز ہین "سیاق آیت نے انما ولیکم کا
تاج اُن الذین امنوا کو عطا فرمایا ہے جو فان حزب اللہ ھم الغالبون کے
خلعت سے ممتاز ہوئے یا اُن درماندگان دشت مصائب کو جنکی مغلوبیت و بینوائی
پر اب تک غم کے آنسو بہائے جا رہے ہیں" ص۱۰ کیا خدائے قادر ذوالجلال کے
اہتمام و انتظام کو ارباب تشیع ایسا ہی کنسج العنکبوت سمجھتے ہین جو انسان
ضعیف البنیان کے ہاتھوں ہباءً منثورا ہو جائے اور کیا شیعوں نے حفظ اسلام
کے لئے جو بعد نبی عقلاً ضروری ہے ایسے ہی کو منجانب اللہ مامور مان لینا مدار

ایمان بنالیا ہے جو رسول کے بعد مخالفین و معاندین پر نہ مثل رسول کے اپنا تسلط جما سکا اور نہ اسلام کے حق نما آئینہ کو چور چور کر دیئے جانے سے بچا سکا اور کیا مدبر السموات والارض علیم و حکیم نے ریاست عامۂ دینیہ و دنیویہ کا نظم ونسق ایسے کو تفویض کر دیا جسکے زیر سیادت اثنا عشری امامت وخلافت کا سلسلہ ایسا پامال کر دیا گیا کہ خاتم السلسلہ کو زاویہ خمول مین چھپ رہنے کے سوا کہین مفر نہ ملسکا شیعوں کی اس حق کوشی کا مفاد امامت کی روپوشی کے سوا کیا ہوا، کیا دوازدہ مین سے کوئی بھی سریرآرائے خلافت فی الارض ہوسکا ؟ ص ۱۵ مین ہمارے مضمون کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے "غیب اور ما انزل کے معنی امامت ایجاد کر لینے سے اگر کام چل سکتا تو اثنا عشری امامت اس طرح غائب کیون ہوجاتی کہ تا یوم معاد نوحہ خوانی اور سینہ زنی کی جائے، کیا خدائے قادر ذوالجلال کی بنائی ہوئی عمارت انسانی ہاتھ مسمار کر سکتا ہے "

ہم سابق مین لکھ چکے ہین کہ امامت کسی سلطنت ہفت اقلیم اور حکومت جابرہ وقاہرہ کا نام نہین ہے بلکہ وہ نبوت و رسالت کے مثل خدا کی جانب سے ایک مخصوص منصب ہے جسکی رو سے تمام افراد بشر پر اُسکی اطاعت فرض و لازم ہوجاتی ہے۔

لوگون کا اطاعت نہ کرنا اور امام کو گوشۂ انزوا و خمول مین چھوڑ دینا اُسکے واجب الاتباع اور پیشوائے مطلق ہونے مین قادح نہین جس طرح کسی نبی یا رسول کی تکذیب اور اُسپر ایمان لانے والون کی قلت اُسکی رسالت و امامت

کے بطلان کی دلیل نہین،

انبیاء و رسل کے حالات دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہی کہ وہ ہمیشہ مظلوم و مقہور رہے ہے۔

قرآن مجید مین ارشاد ہوتا ہے۔

افکلما جاءکم رسول بما لا تہوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم و فریقا تقتلون (بقرہ پ ۱)

جب بھی تمھارے پاس کوئی رسول ایسے احکام لیکر آیا جو تمھاری نفسانی خواہشون کے مطابق نہ تھے تو تم نے بعض کی تکذیب کی اور بعض کو قتل کردیا۔

وان کذبوک فقد کذب رسل من قبلک جاءوا بالبینات والزبر والکتاب المنیر (آل عمران پ ۴)

اگر یہ لوگ تمھاری تکذیب کرین (تو کوئی بات نہین) تمھارے قبل بہت سے پیغمبرون کی تکذیب کی گئی جو کھلی کھلی آیتین اور صحیفے اور روشن کتاب لیکر آئے تھے۔

نوح کو انکی قوم نے جھٹلایا (اعراف آیت ۵۹-۶۴ یونس آیت ۷۱-۷۳ ہود آیت ۲۵-۳۵ مومنون-آیت ۲۳-۲۶ فرقان ۳۷، شعرا آیت ۱۰۵-۱۱۶ قمر آیت ۹ نوح آیت ۱-۲۹) قوم نوح و عاد و ثمود اور ان کے بعد والی قومون نے جب پیغمبر انکے پاس معجزے لیکر آئے تو ان پیغمبرون کے ہاتھون کو الٹا ان کے منھ پر مار دیا اور کہنے لگے کہ جو حکم تم لیکر آئے ہو ہم اسکو نہین مانتے (ابراہیم

آیت ۹) جب کوئی رسول آیا تو لوگوں نے یہی کہا کہ یہ ساحر ہے یا مجنون (ذاریات آیت ۴۶)

اسی طرح ہود، صالح، لوط، ایوب، شعیب، یونس کے واقعات سے صاف ظاہر ہے یحییٰ کا سر قلم ہوا، زکریا کو آرے سے چیرا گیا۔ جرجیس کو طرح طرح کی مصیبتیں پہونچا کر قتل کیا گیا۔ عیسیٰ کو سولی پہ لٹکانے کا سامان کیا گیا یہ وہ واقعات ہیں جسسے اسلامی دنیا کا بچہ بچہ واقف ہے اور مسیح کو بقول عیسائیوں اور قادیانیوں کے سخت ذلت و توہین کے ساتھ قتل کیا گیا۔

خود ہمارے رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ہجرت کے قبل کتنی اذیتیں پہونچائی گئیں ما اوذی نبی قط کما اوذیت اسی خاتم الانبیاء ہستی کا کلام ہے

پھر جب یہ درماندگان دشت مصائب ان تمام مصائب و مظالم کے برداشت کرنے کے بعد بھی رسول ہو سکتے ہیں تو ائمہ معصومین ع کے لئے دشمنوں کے مظالم کے با وجود امامت سے کون امر مانع ہے، رہ گیا یہ امر کہ یہ حضرات مخالفین و معاندین پر اپنا تسلط نہ جما سکے اور نہ اسلام کے حق نما آئینہ کو چور چور ہونے سے بچا سکے تو واضح ہونا چاہئے کہ خدائی مبلغین کا کام لوگوں پر بجبر و قہر تسلط جمانا نہیں ہے انکا کام صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ دعوت الی الحق کر دیں عمل کرنا نہ کرنا امت کا کام ہے۔

وان تولوا فانما علیک البلاغ اور اگر وہ روگردانی کریں تو تمھارا فرض

ومن تولی فما ارسلناک علیھم حفیظا (نساء آیت ۸۰)

اور جسنے روگردانی کی تو ہم نے تم کو انپر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔

فان تولیتم فاعلموا انما علی رسولنا البلاغ المبین (مائدہ آیت ۹۲)

پھر اگر تم نے روگردانی کی تو آگاہ ہو کہ ہمارے رسول پر تو صرف صاف صاف تبلیغ ہی فرض ہے۔

فان تولوا فانما علیک البلاغ المبین (نحل آیت ۸۲)

پھر اگر وہ روگردانی کریں تو تمھارا فرض تو صرف صاف صاف تبلیغ ہی ہے

وما انت علیھم بجبار (ق آیت ۴۵)

اور تم انپر جبر کرنے والے تو ہو نہیں۔

فان تولیتم فانما علی رسولنا البلاغ المبین (تغابن آیت ۱۲)

پھر اگر تم نے روگردانی کی تو ہمارے رسول کا فرض تو صرف صاف صاف تبلیغ ہی ہے۔

لست علیھم بمصیطر (غاشیہ آیت ۲۲)

کچھ تم انپر مسلط نہیں ہو۔

ان علینا للھدی (اللیل آیت ۱۲)

بے شک ہم پر اچھی بُری راہ بتا دینا ہی ضروری ہے۔

اگر ایسا نہو تو اُن انبیاء کی خیر نہیں جن پر ایمان لانے والے انکی امت میں سے قلیل ما ھم کا مصداق رہے۔

یہ کہنا کہ "کیا خدا کی بنائی ہوئی عمارت کو انسانی ہاتھ مسمار کر سکتا ہے۔" اور

یہ کہ کیا خدا کا اہتمام و انتظام ایسا کنسج العنکبوت ہے کہ انسان کے ہاتھوں ہباء منثورا ہو جائے" معارف دینیہ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے،

بیشک خدا اپنے تکوینی ارادہ و مشیت سے جس چیز کا اہتمام کردے اُسکو دنیا کی کوئی طاقت توڑ نہیں سکتی لیکن خدا کا یہ دستور نہیں کہ وہ بندوں سے زبردستی اطاعت کرائے اور اونکو اُنکے افعال مین مجبور و مقہور کرے، ان معنوں سے کہ بندوں سے اُسکی مرضی کے خلاف افعال سرزد ہوں اُسکی بنائی ہوئی عمارتین ہمیشہ مسمار ہوتی رہین ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کے مفاد کے مطابق اُس نے اس کارخانہ ایجاد کی بنیاد ہی اس لئے قرار دی تھی کہ لوگ اُس کی عبادت کرین لیکن دنیا آنکھ اُٹھا کر دیکھے کہ کتنے ہیں جو غرض خلقت کو پورا کر رہے ہین،

کیا فی صدی ۹۹ اشخاص دنیا مین عبادت الٰہیہ کے تارک اور معاصی کے مرتکب نہیں ہین یہ کیا ہوا، خدا کی بنائی ہوئی عمارت کیونکر مسمار ہوگئی۔

انبیاء رسل کے بعثت کی غرض کیا تھی۔ کیا یہی تھی کہ اُنکی تکذیب ہو اور اُنکا خون بہایا جائے پھر کیا خدا کی بنائی ہوئی عمارت مسمار نہیں ہوئی؟!

سوویٹ حکومت روسیہ مین جا کر دیکھئے مادیت کا دور دورہ ہے، مسجدین عبادت گاہین، زمین کے برابر اور تمام دینی و مذہبی رسوم بے نام و نشان، خدائے آسمانی سے جنگ کا صریحی اعلان ہو رہا ہے کیا اسکے معنی یہ نہیں کہ خدا کی بنائی

ہوئی عمارت مسمار کر دی گئی؟

یہ تو دنیا کی بے انصافی اور کجرفتاری تھی کہ خدا کے نافرمان عاصی بندے تخت خلافت پر متمکن ہوئے اور وہ افراد کہ جن کو خداوند عالم نے امامت کا لباس مبداء خلق سے پنہا دیا تھا اور رسولؐ کی زبان سے اُنکی خلافت و امامت کا اعلان کرا دیا تھا اُن کو طرح طرح کی اذیتیں سہ کر گوشۂ گمنامی میں بسر کرنا پڑا اور آخر مصالحت الٰہیہ کے اقتضاء سے ایک وقت معلوم تک کے لئے لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہو جانا پڑا لیکن خدا کا وعدہ ونمکن لھم الارض فان حزب اللّٰہ ھم الغالبون فایدّنا الذین اٰمنوا علیٰ عدوھم فاصبحوا ظاھرین ضرور پورا ہوگا اور دنیا عدل و انصاف سے اسی طرح معمور ہوگی جس طرح وہ ابتک ظلم و جور سے مملو ہوتی رہی ہے

علی نقی النقوی عفی عنہ (از نجف اشرف)

اصولِ دین اور قرآن نمبر ۳

بجواب رسالہ عبقات الایمان

رسالہ الواعظ نمبر ۲ و ۳ جلد ۱ مین سیر طویل الذیل مضمون اسی موضوع پر ۴۵ صفحہ مین شایع ہوچکا ہے اور مسئلہ عدالت و امامت پر کافی روشنی پڑ چکی ہے، احمدی جماعت کی دیرینہ عادت کو دیکھتے ہوئے چونکہ اس بات کی کافی توقع تھی کہ اس کے جواب مین بھی غیر متعلقہ باتون کے متعلق کوئی نمایشی مقالہ یا رسالہ شایع کیا جائے گا جس کے باعث سادہ لوح عقیدت کیشان کو اس امر کی سمجھا بجھا دینے کا موقع ملجائے گا کہ وہ مضمون الواعظ کا لاجواب نہ رہا لہذا جناب محترم مدیر الواعظ نے "ضروری گذارش کے زیر عنوان اس اعلان کو ضروری سمجھا کہ جس عبارت پر اعتراض ہو یا جو دلیل ان کے نزدیک ناکافی ہو اس کو پورا نقل کرکے محققانہ و متکلمانہ تہذیب و متانت سے اعتراض فرمائین"۔

اس پر موقع انتباہ کے بعد اس امر کی توقع تھی کہ جماعت احمدیہ کے مبلغین جواب مین حدود بحث و مناظرہ کا لحاظ کرتے ہوئے مذکورہ بالا شرط کی خلاف ورزی

نہ فرمائیں گے لیکن ؎

"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"

ہم کو اُن سے اِس شرط کی خلاف ورزی مین شکایت نہین بلکہ ہمدردی ہے، درحقیقت اُن کے لئے ایک منظم وباصول دائرہ کے اندر گفتگو کا راستہ بند ہوچکا تھا اور ادلہ و براہین کی طاقت ایسی نہ تھی کہ منھ در منھ اُنکا مقابلہ کیا جا سکے، ایسی صورت مین مبلغین جماعت کے لئے صرف دو ہی راستہ تھے ایک یہ کہ سکوت اختیار کرین اور حق کے مقابلہ مین سپر اندا ختگی کا اعتراف کرلین دوسرے یہ کہ سیاہی اور کاغذ کے تھوڑے اسراف کو گوارا کرتے ہوئے کچھ نہ کچھ لکھکر شایع کردین یقیناً تبلیغی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے خوش عقیدہ افراد جماعت کی تسکین وتسلی کے واسطے دوسری صورت متعین تھی لہذا امام اور مبلغ احمدی مرزا حسام الدین صاحب سکریٹری انجمن احمدیہ لکھنؤ کی جانب سے ایک سولہ صفحہ کا مضمون "عبقات الایمان" کے خوش آیند نام سے النجم لکھنؤ کے توسط سے شایع کرنا ضروری سمجھا گیا۔

ہم نے جہانتک اس مضمون کو دیکھا اس مین تفاخر اور رجز خوانی کے سوا کسی علمی بحث کو استدلالی قوت سے کامیاب نہین بنایا گیا ہے۔ انسانی بلند پروازی ہمیشہ نئی نئی صورتون مین جلوہ گری کرتی رہی ہے، اس نے کبھی کبھی انسانی کمالات کے حدود سے ترقی کرکے الوہیت کے رتبہ بلند کا دم بھی بھرا ہے۔

تاریخی اوراق اور سوانح وسیر کے صفحات نے ہماری آنکھوں کے سامنے

ایسے نظائر بہت پیش کئے ہیں یہی دنیا کی فضا تھی جس میں انا الحق اور لا علم

لکم من الہ غیری کی آوازیں گونج چکی ہیں اور اسی میں ۔

نیست اندر جبہ ام غیر از خدا۔ اور (لا الہ الا انا ھا فاعبدون) کی صدا سے

ہمارے کان آشنا ہو چکے ہیں، ولید بن یزید بن عبد الملک نے انا ذلک

الجبار العنید کا ترانہ بلند کیا تھا اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی نسبت

ہم خلیفہ، شاہی کہ آسمان باشد، اور اپنے فرزند کے متعلق ینزل مولود

کان اللہ نزل من السماء اور الہامی خواب میں (رائتینی کانی عین اللہ

تعلمت انی ھو) اور صد حسین است در گریبانم ارشاد فرما چکے ہیں۔

بالکل اسی عنوان سے مرزا حسام الدین صاحب بھی فرماتے ہیں کہ:۔

مجھ سے کسے جہان میں مجال ستیز ہے
برہان قاطع ایک میری کلک تیز ہے

گردوں سے جسے حق نے اتارا ہو وہ میں ہوں
جراروں کو جس تیغ نے مارا ہو وہ میں ہوں

واللہ نور چشم نبی و امام ہوں
نص جلی یہ ہے کہ خدا کی حسام ہوں

(نیست اندر جبہ ام غیر از خدا) اور (صد حسین است در گریبانم) کے فلسفہ کے مطابق انکا

یہ بھی دعویٰ ہے کہ:۔

ہے مجھ میں علم و فضل جناب امیر کا

خیر "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" بزرگوں کی عمریں لولا علی لھلک اور عجزت

السآءان یلدن مثل ابن ابی طالب اور لا ابقانی اللہ لمعضلۃ لیس فیھا

ابو الحسن کہتے گذرے ہیں لیکن مرزا حسام الدین صاحب علم و فضل جناب امیر کے حامل و

مالک بننا چاہتے ہیں، بقول ڈارون، عالم فلسفہ نشو و ارتقا کا پابند ہے " وہ ابھی

تو علم و فضل جناب امیر کے دعویدار ہو کر اسکے مدعی ہیں کہ " والدہ پیشوا ہوں صغیر و

کبیر کا " لیکن کچھ ہی دن میں نبی بروزی و ظلی اور تھوڑے دن کے بعد نبی حقیقی اور

اسکے بعد اگر ہمت نے ساتھ نہ چھوڑا اور زندگی نے ساتھ دیا تو انی عین اللہ و

علمت انی ھو تک نوبت پہونچ جائیگی بات ہی کونسی ہے ؎

ہمت بلند دار کہ مردانِ روزگار ۔۔۔ از ہمت بلند بجائے رسیدہ اند

پہلے جواب پیچھے سوال

مضمون متذکرۂ بالا کا ایک حصہ وہ تھا جس کا مختصر الفاظ میں ہم نے خاکہ پیش

کیا اور ناظرین نے اندازہ کیا ہوگا کہ وہ اسکا مستحق نہیں ہے کہ کسی علمی میدان بحث میں

پیش کیا جائے۔ دوسرا حصہ مضمون کا بخیال خود ایسے اعتراضات و سوالات پر

مشتمل ہے جنکے جواب سے اُنکے نزدیک علمار شیعہ عاجز ہیں لیکن جب ان اعتراضات

کو غور سے دیکھا تو اُن میں کوئی بات تازہ نظر نہیں آتی بلکہ یہ وہی باتیں ہیں جنکا

جواب سابق دو مضمونوں میں دیا جا چکا ہے ہم اُن اعتراضات کو ذیل میں نقل

کرکے انکا جو جواب سابق مضمون میں پیشگی عرض کیا جا چکا ہے۔ اُسی کو ہدیہ ناظرین

کرتے ہیں جس سے یہ اندازہ ہوگا کہ لائحہ نگار نے اس مضمون میں اپنے دل ودماغ کو نہیں بلکہ دست وقلم کو بے فائدہ زحمت دینے کے سوا کوئی قابل قدر خدمت اپنے مقصد کی نہیں کی ہے"

۱۔ اصول دین کا معیار۔ انہوں نے قرآن مجید کی یہ تین آیتیں ذکر کی ہیں (۱) من یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر فقد ضل ضلالاً بعیداً (۲) الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون (۳) ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملئکۃ والکتب والنبیین۔ اسکے بعد وہ رقمطراز ہیں:۔

کہ ان جملہ آیات سے ایمان کی تشریح بھی ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ کفر بالایمان کیا ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس ایمان کا بنانے والا اور سکھانے والا کون ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ان پانچوں چیزوں پر ایمان نہ رکھنے والے کے لئے وعید یعنی عذاب ہے اور یہ بھی بخوبی یقین ہوگیا کہ اس ایمان کے قبول کرنے والوں کے لئے خوش خبریاں ہیں، خدائے تعالیٰ کے ان تمام ظاہر وباطن تصریحات سے بخوبی واضح ہوگیا کہ شیعوں کے اصول دین نرالے اور بالکل اجنبی ہیں۔

ہمارا اینگی جواب معترض کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ قرآن میں ایمان کی تشریح میں انھیں پانچ چیزوں کا

تذکرہ ہے اور انھین کے انکار پر وعید یعنی عذاب ہے لہذا وہی اصول دین ہین اور اسی لحاظ سے وہ فرماتے ہین کہ "ان تصریحات سے معلوم ہوگیا کہ شیعون کے اصول دین نرالے اور بالکل اجنبی ہین۔ اسی بناء پر معترض کے نزدیک اصول دین کا معیار یہ ہوا کہ اُن پر ایمان کی ہدایت ہوئی ہو اور اُنکے انکار پر وعید ہو حالانکہ قرآنی مطالعہ کے بناء پر یہ معیار بالکل غلط ہے، قرآن کی انیس ۱۹ آیتین ایسی ہین جنمین بہت سے اشیاء پر ایمان کا حکم اور اُنکے انکار پر وعید ہے جو عامہ مسلمین کے نزدیک اصول دین سے خارج ہین مذکورۂ بالا پانچ چیزون کے علاوہ قرآن مین پانچ چیزون پر اور ایمان کی ہدایت ہوئی ہے (۱) غیب (۲) آیات الٰہیہ یعنی معجزات وعجائب قدرت (۳) کلمات خدا (۴) عذاب خدا (۵) نعمات الٰہیہ حالانکہ انکو اصول دین مین کسی فرقے نے داخل نہین کیا ہے (ملاحظہ ہو الواعظ جولائی ۱۹۲۸ء امتیاز احمد صاحب ردولوی بھی اس معیار کی کمزوری کے کچھ ایسے بے طرح معترف ہوئے تھے کہ وہ کسی صورت سے اس کو اپنے مسلک کی طرف منسوب ہونے کو گوارا نہ کرتے تھے اور اسلیے انھون نے اس کو ہمارا طبعزاد معیار قرار دیا تھا (المستفسر نمبر۱) اسکے جواب مین ہم نے مشتہر سابق وحال کی عبارتون سے ثابت کیا تھا کہ وہ اسی معیار کو بتلا رہی ہین، ملاحظہ ہو اصول دین اور قرآن نمبر ۲ صفحہ ۳۹ و ۴۱) اب مشتہر کی موجودہ عبارت سے جو ہدیہ ناظرین ہو چکی صاف صاف ہماری تائید ہوئی اور ثابت ہوا کہ وہ اسی معیار کے قائل ہین جسکی کمزوری طشت از بام ہو چکی ہے۔

(۲) عدل و توحید کا مفہوم — مشتہر صاحب کا اہم سوال ہے کہ "عدل توحید کے مفہوم سے کیون باہر ہے۔"

ہمارا پیشگی جواب — توحید کے معنی ہین خدا کو ایک سمجھنا اور اسکی وحدت کا اقرار کرنا اور عدل کا مفاد ہے کہ خدا عادل ہے ظالم نہین اور ان دونوں کے مفہوم مین فرق بالکل ظاہر ہے، اور اصطلاحی حیثیت سے توحید وعدل دو ہمہ گیر عنوان ہین جسکے تحت مین متعدد ابواب مندرج ہین۔ توحید کے ذیل مین وجود صانع، وجوب ذاتی، قدم، علم، قدرت، حیات، ارادہ، نفی شریک، نفی احتیاج، نفی جسم وجسمانیات وغیرہ وغیرہ اور عدل کے تحت مین نفی جبر، نفی ظلم، عدالت اور اسکے تمام فروع وشعب مندرج ہین اور توحید وعدل اپنے ان وسیع معنی کے ساتھ باری تعالیٰ کے تمام اوصاف ثبوتیہ وسلبیہ صفات ذات وصفات فعل سب پر حاوی ہین (ملاحظہ ہو اصول دین اور قرآن نمبر ۲ صفحہ ۱۷) اگر عدل توحید کے مفہوم مین داخل ہوتا تو آپ کو توحید کے اقرار کرنے کے بعد ہم سے اس سوال کی ضرورت نہ پڑتی کہ "استقراء سے خداوند عالم کا عادل ہونا ثابت کیجیے"

یہ عجیب لطیفہ اور سوالات کے تصادم وتناقض کا عالم ہے کہ استقراء سے خداوند عالم کا عادل ہونا ثابت کیجیے۔ اس سوال کا مفاد یہ ہے کہ معترض صاحب خداوند عالم کی صفت عدل کے منکر ہین اور اسکے عادل ہونے کے معترف نہین ہین، دوسرا سوال "کہ عدل توحید کے مفہوم سے کیون باہر ہے" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عدل کو توحید کے

مفہوم کا جزو سمجھتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب عدل کا اقرار نہ ہوا تو توحید بھی ہاتھ سے گئی اور ایک جزو توحید یعنی عدل کے انکار کے ساتھ توحید کا بھی کامل اقرار نہوا ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ

(۳) **قرآن سے عدل کا ثبوت** مشتہر کا سوال ہے "کیا رحمان و مالک و رحیم کی طرح قرآن شریف نے عدل کو بھی صفت حقیقی خداوند عالم کی بتایا ہے اگر بتایا ہے تو وہ آیت پیش کرو۔"

ہمارا پیشگی جواب آیات قرآنیہ کا متفقہ فیصلہ خدا عادل ہے ظالم نہیں، ایک چھوڑ چالیس آیتیں کیا اب بھی مطالبہ پورا نہیں ہوا!

(ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ "اصول دین اور قرآن نمبر۲ صفحہ ۲ الغایت ۱۷) صرف طور پر معترض کی تسکین کے لئے یہی دو آیتیں کافی ہیں۔

شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو والملئکۃ واولوا العلم قائما بالقسط (آل عمران پ ۳) خدا اور ملائکہ اور تمام صاحبان علم گواہ ہیں کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں اور وہ صفت عدل کے ساتھ قائم و دائم ہے۔

اس آیت میں پہلا جزو توحید کو اور دوسرا عدل کو بتلا رہا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں عدل و توحید کا پایہ مساوی ہے۔

وتمت کلمتہ ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلماتہ (انعام پ ۸) تمہارے پروردگار کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ پوری اتری اسکی بات کو کوئی

بدل نہین سکتا۔

(۴) **قرآنمین عدل پر ایمان لانیکا حکم** "قرآن شریف میں ایمان باللہ ایمان بالرسول کی طرح (یعنی اسی ہیئت ترکیبیہ کے ساتھ) عدل پر ایمان لانے کی کونسی آیت ہے؟

ہمارا اینگی جواب وہی آیت جو توحید پر ایمان لانے کی ہے، قرآن مین کہین ایمان بتوحید اللہ کا حکم نہین ملتا، قرآنمجید کی اڑتیس آیتون مین جس چیز کا حکم ہے وہ ایمان باللہ ہے اگر ایمان باللہ کا مفہوم صرف وجود باری تعالی کا اعتراف ہے تو وہ توحید کو کسی طرح نہین بتلاتا اور اگر ایمان باللہ صرف وجود باری کے اقرار کا نام نہین بلکہ اللہ تعالی کو اُن خصوصیات و اوصاف کے ساتھ جو اسکے شایان ہین ماننا اسکا حقیقی محصل ہے تو اسکے تحت مین جس طرح توحید مندرج ہوتی ہے اسی طرح عدل بھی داخل ہے (ملاحظہ ہمارا رسالہ "اصول دین اور قرآن نمبر ۲" صفحہ ۸ لغایت ۱۱)

(۵) **عدل پر ایمان لانیوالونکے لئے خوش خبریان** مشتہر کا سوال "قرآن شریف مین کہان لکھا ہے کہ عدل پر ایمان لانے والون کو خوش خبریان ہین۔"

(۶) **ہمارا اینگی جواب** جس جگہ لکھا ہے کہ توحید پر ایمان لانے والون کو خوش خبریان ہین۔

(۶) **عدل کے منکروں کو وعید** قرآن مین عدل کے نہ ماننے والوں کے لئے وعید کہاں آئی ہے؟

ہمارا پیشگی جواب اُسی جگہ جہاں توحید کے نہ ماننے والون کے لئے وعید آئی ہے۔ اور حقیقت توحید وعدل دونون ایمان باللہ کے دو شعبے ہین اور ایمان باللہ کے تحت مین دونون کا اعتقاد ضروری ہے۔

(رسالہ مذکورہ صفحہ ۹ لغایت ۱۱)

اب تو مشتہر کے اِس دعوے کی حقیقت کھل گئی کہ ہمارے مطالبات کا زبانی توڑ بانی ذری کہین تحریر مین ہی ہمارے سوالات کا جواب دکھا دیجیے تب تو آپ کا دعوی حق اور درست ہے"

ہم نے گذشتہ مقالات کے حوالون سے دکھلا دیا کہ مشتہر کے مطالبات کا جواب تحریری حیثیت سے تفصیل دیا جا چکا ہے اُسکے بعد اُسی پُرانے آموختہ کو دہرانا عوام فریبی نہین تو کیا ہے؟؟

برہان عقل یا استقراء

مشتہر کا ہمسے یہ مطالبہ ہے کہ "استقراء سے خداوند عالم کا عادل ہونا ثابت کیجئے ہر مبتدی طالب علم اس امر سے بخوبی واقف ہے کہ استقراء یعنی تتبع غالب جزئیات کبھی مفید قطع ویقین نہین ہوا کرتا بلکہ ایک حد تک ظن غالب کا افادہ کرتا ہے

والظن لا یغنی من الحق شیئا۔ برخلاف اسکے برہان عقلی کا نتیجہ یقین کی حیثیت رکھتا

ہے اور اسی صورت سے نصوص کتاب سے جو امر ثابت ہو اُس مین کسی قسم کے شبہہ

و شک کی گنجائش نہین ہوا کرتی۔ ہم دلیل عقلی اور نصوص قرآن مجید سے خداوند

عالم مین صفت عدالت کو ثابت کر چکے ہین (ملاحظہ ہو رسالۂ اصول دین اور

قرآن نمبر ۲ صفحہ ۴ لغایت ۱۶ اور مجلہ الواعظ جولائی ۱۹۲۹ء) اسکے بعد ہم سے استقراء

کا مطالبہ کرنا عقل و شعور کا کوئی اچھا ثبوت نہین "۔

جزئیات کے حکم کا استفادہ کبرائے کلیہ کے ذریعہ سے جب کہ ہو گیا تو ہمین

شک و شبہہ کی گنجائش نہین ہے اور جس کلیہ کے بحکم عقل یقینی ہونے کے ساتھ

جزئیات کا حکم قدرتی طور پر یقینی ہو جائیگا۔ اب اگر جزئیات مین ظاہری طور پر

اُسکے خلاف نظر آئے تو یہ اپنی آنکھون کا دھندلا پن ہے واقعیت اس سے

بدل نہین سکتی۔

لطف یہ ہے کہ مشتہر صاحب اصول دین کے معاملہ مین قرآن مجید کے سوا

کسی دلیل کے تسلیم کرنے پر تیار نہین یہان تک کہ حکم عقل کا قدم درمیان مین

آنے کو بھی وہ گوارا نہین کرتے اور فرماتے ہین۔

"ایمان اپنی ذات کے اظہار اور کمالات مین کسی انسانی عقل و آرا کا محتاج

(مضمون نہین) ہے۔

لیکن اس موقع پر وہ دلیل عقلی کی پست ترین قسم استقراء سے فائدہ اُٹھانا

چاہتے ہین اور اس طرح قرآن مجید کے نصوص قطعیہ کو ایک ناقص وظنی استقراء کے مقابل ہین لیس پشت ڈالکر خود اپنے ساختہ و پرداختہ مقولہ حسبنا اللہ کی بنیاد کو بھی ملیامیٹ کر رہے ہین ،

جبکہ ہم کو حکم عقل اور نصوص قطعیۂ قرآنیہ نے بتا دیا کہ تمت کلمت ربک صدقا وعدلا اور ان اللہ لیس بظلام للعبید - خدا عادل ہے اور ظالم نہین تو ہمارا دعوے یہ ہونا چاہیے کہ خدا کے تمام افعال صفت عدالت کے ساتھ ہین ہم کو ایک ایک کر کے اُسکے افعال کو شمار کرنے کی ضرورت نہین بلکہ ہمارا دعوے یہی کہ اوسکا ہر فعل میزان عدل پر منطبق ہے - اُس مین ناانصافی اور ظلم کا شائبہ نہین بعض مقامات پر ہماری نظر مین کہ اُسکے خلاف دکھلائی دے تو وہ ہماری عقل وشعور اور ادراک و فہم کا قصور ہے -

خداوند عالم کا فیض اُس کے مخلوقات تک اُنکے ظرف و استعداد و قابلیت کے موافق پہونچتا ہے اور اس مین اختلاف و تفاوت - مراتب استعداد و قابلیت کے اختلاف پر مبنی ہے نہ یہ کہ مبداء فیض کی طرف سے ایک کے ساتھ طرفداری اور دوسرے کے ساتھ بے انصافی ہوتی ہو اور ماہیات و حقائق کا اختلاف انکے ذاتی خصوصیات کا نتیجہ ہے جسمین کسی خارجی تاثیر کو دخل نہین کتا کتا ہی ہے اور انسان انسان نہ یہ کہ خدا نے کتے کو کتا بنا دیا اور انسان کو انسان بلے شک اُس نے کتے اور انسان دونون کو خلق کیا ہے یعنی دونون پر افاضۂ وجود کیا ہے جو اوسکی

صفت جود اور عدالت کا نتیجہ ہے اس لئے کہ قابلیت و استعداد کی موجودگی
مین افاضہ وجود نہ کرنا مبداء فیاض کی طرف سے بخل اور ظلم ہے۔

جس طرح قبل حدوث بعض اشیاء کا خلق کرنا اور بعض کو حیز عدم مین
باقی رکھنا، مصالح و حکم کے اعتبار سے ان اشیاء کی صلاحیت و استعداد
کے اختلاف کا نتیجہ ہے اُسی طرح بقاؤ دوام کے اعتبار سے اُن کے ساتھ فیض وجود
کا متعلق رکھنا انکی استعداد و صلاحیت کے تفاوت پر مبنی ہے جیسے ایک کو
سو برس پہلے اور ایک کو سو برس بعد پیدا کرنا نا انصافی اور دل بخواہ و عبث نعل
نہین اسی طرح ایک سے دس برس پہلے اور دوسرے سے دس برس بعد اس
فیض کا قطع کر لینا نا انصافی اور ظلم نہین بلکہ اُن دونون کے ذاتی قابلیت و استعداد
اور مصالح و حکم کے اختلاف کا ثمرہ ہے۔

مومنین اور مقربین بارگاہ کو امتحانی حیثیت سے جو مصائب دنیا میں
پہونچتے ہین اُنکے مقابل بڑے بڑے ثواب اور درجے مقرر ہین جنکو دیکھتے
ہوئے دنیا کے چندروزہ مصائب بے حقیقت ہوجاتے اور اس بہترین مجازات
کو دیکھتے ہوئے وہ میزان عدل سے یکسر مو علیحدہ نہیں ہیں۔

خدا کی مالکیت تامہ اور حکمت مطلقہ کا نتیجہ یہ ہے کہ اُس سے
جو افعال بھی صادر ہوتے وہ مخالف عدل اور داخل ظلم و تعدی نہین نہ
یہ کہ وہ سب عدالت کے خلاف ہین لیکن عدالت خدا کے لئے ضروری نہین جیسا کہ

ہمارے خوش فہم معترض کا خیال ہے۔

ہمارے مذکورۂ بالا بیانات سے معترض صاحب کی حسب ذیل عبارتون کا نمبروار جواب ہوجاتا ہے:۔

"بعض کے ساتھ اُس کی قدرت کا کامل متعلق ہونا اور بعض کے ساتھ کمتر ہونا ترجیح بلا مرجح ہے اور یہ عند العقل محال اور منافی عدل ہے"

"ہر روز ہزارون انسانون کے بچے اور چرند اور پرند اور کیڑے مکوڑے کیون ہلاک کئے جاتے ہین۔ خدا باوجود عدل کی دائمی صفت سے موصوف ہونیکے انکے متعلق عدل کیون نہین کرتا"

ایک کتا کہہ سکتا ہے کہ مجھ کو بیل کیون نہ بنایا اور بیل کہہ سکتا ہے کہ مجھ کو انسان کیون نہ بنایا یہ جانور اسی دنیا مین جہنم کا نمونہ بھگت رہے ہین"

"کیا اُسکے عدل کی یہی کیفیت ہے کہ جگر پارۂ رسول اور نور چشم بتول صلوٰۃ اللہ علیہ اور امثال اُسکے میدان ستم مین بھوکے پیاسے خدائے عادل کے روبرو تیغ جفا سے شہید ہوں رکن دین نبوی دشت کربلا مین گرایا جائے ورق مصحف ناطق بے دردی سے مٹایا جائے خیام آل اطہار پر پھول (آگ لگے) پڑے ساز و یراق لوٹے جائیں مگر شیعون کا عادل ہون تک نہین کرتا۔ بلکہ امام حسین ؑ

کے مخالفون کو سلطنت دیتا ہے جو رحمت الٰہی ہے،

اس عبارت مین یہ عنصر بھی بہت کچھ کارفرما ہے کہ بندون کے افعال اور گناہون کی ذمہ داری خدا پر ہے اور در حقیقت خدا کو صفت عدالت سے معرا مان لینے کے بعد اس قسم کے خیالات فاسدہ کا قائل ہونا کچھ تعجب خیز نہیں ہے۔

کتب آسمانی کے پہلے عدل کا ثبوت

"خدائے تعالیٰ قبل قانون (کتب آسمانی) نازل کرنے، اور اُس مین وعدہ وعید کرنے کے عدل کس طرح سے کرتا تھا قرآن سے ثبوت دیجیے اور پچاس روپیہ انعام لیجیے"

یہ سوال ہے جس پر مشتہر صاحب بہت نازان معلوم ہوتے ہین لیکن قرآن کریم مین تدبر کے بعد اس سوال کا حل بالکل آسان نظر آتا ہے، قرآن مین خود بعثت انبیا اور ارسال رسل کا سبب یہ ذکر کیا گیا ہے کہ:-

لئلا یکون للناس علی اللہ	تاکہ بندون کے لئے خدا کے مقابل
حجۃ بعد الرسل	مین کوئی حجت باقی نہ رہ جائے بعد
	پیغمبرون کی بعثت کے۔

یعنی اگر پیغمبر مبعوث نہ ہوتے تو خداوند عالم کے لئے بندون کو اپنے نافرمانی اور مخالفت پر سزا دینے کا موقع نہ تھا کیونکہ بندے کہتے کہ ہم کو تو نے اپنے اوامر

ونواہی سے مطلع ہی نہیں کیا تاکہ ہم تیری اطاعت اور فرمان برداری کرتے اور

اس صورت مین تعذیب اور سزا دینا نا انصافی اور ظلم ہوتا لہذا پیغمبر مبعوث

کیے گئے تاکہ بندون کا عذر قطع ہو جائے اور اُنکی کوئی حجت باقی نہ رہے اور اُن کو

مخالفت و عصیان پر سزا دینا موافق عدل ہو جائے۔

دوسری آیت وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا۔ ہمارا کبھی یہ شیوہ نہین رہا کہ کسی قوم پر عذاب کرین جب تک کہ کوئی رسول اُنکی طرف مبعوث نہ کردین۔

تیسری آیت لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ (بعثت انبیاء کی غرض یہ تھی کہ) جو شخص ہلاک ہو وہ حجت تمام ہونیکے بعد اور جس کو زندگانی حاصل ہو وہ بھی بعد اتمام حجت۔

اِن آیات سے صاف ظاہر ہے کہ اصل انبیاء کا مبعوث کرنا اور کتب آسمانی کا نازل کرنا اور اُسمین وعدہ وعید کرنا صفت عدل کی مراعات اور ظلم و نا انصافی سے منزہ و مبّرا ہونے پر مبتنی تھا اور یہ کہ وعدہ وعید کے پہلے سے افعال خداوندی مین صفت عدل کارفرما ہے اور اُس مین ظلم و تعدی کا شائبہ نہین یہ ہے قرآنی ثبوت جو ہدیۂ ناظرین ہے لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ

دیگر انواع جسکو ہمیدی ضرورت نہین بل انتم بھدیتکم تفرحون۔

مفہوم عدل کی توضیح

عدل کا مفہوم ہے کاموں مین تعدّی وتجاوز سے بچ کر توازن کا قائم رکھنا اور دوسرون کے معاملہ مین اپنی اور اُسکی شایان شان واستحقاق رفتار سے عدول نہ کرنا، مالک ومملوک سلطان ورعیت پدر وفرزند، شوہر وزوجہ بھائی بھائی، دوست دوست غرض ہر صنف کے اندر اُسکے درجہ اور اعتبار سے کچھ حدود قائم ہین کہ جب اُن حدود کی مخالفت کی جائیگی تو وہ ظلم وتعدی کا مصداق ہوگا اور جب اُن حدود کی مراعات ہوگی تو وہی صفت عدالت کہلائے گی۔

مالک ومملوک کے رابطہ کا بے شک یہ اقتضا ہے کہ مملوک کو مالک کی خدمت واطاعت کرنے کے مقابل کوئی حق نہین ہے باینمعنی کہ اُسکو انعام کا استحقاق نہین ہے لیکن اس کے یہ معنی نہین کہ مالک کے لئے روا ہے کہ وہ مملوک کو بے وجہ ایذا بھی پہونچائے اور بلا قصور اُسکو سزا دے یا وہ ایسے مملوک کہ جنمین سے ایک مطیع وفرمانبردار اور دوسرا عاصی ونافرمان ہے اُن مین جزا وسزا کے اعتبار سے معاملہ بالکل برعکس ہوجائے یعنی اطاعت گذار کو سزا اور غیر اطاعت گذار کو جزا دی جائے یا مملوک کو ایسے احکام دیے جائین جنکی تعمیل اُس کی قوت وطاقت سے باہر ہے اور پھر مخالفت کی صورت مین جو اُسکے ذاتی عجز کے باعث ہے، ناگزیر ہے اُسکو سزا دیجائے یا مالک خود

اُس مملوک کو بعض افعال پر مجبور کرے پھر خود ہی اُسکو سزا دے کہ ایسا کیون کیا وہ مالک جس کا یہ طرز عمل ہو یقیناً ظالم و ستمگار اور عقل کے نزدیک مورد مذمت و ملامت ہے۔

عدل ایسے ہی حدود کی نگہداشت کا نام ہے جن سے تجاوز کرنا ظلم تعدی کا مصداق ہے یہ مسئلہ اگرچہ محل اختلاف ہے کہ بندون کو اپنے نیک کامون کے مقابلہ مین خداوند عالم پر کسی ثواب کا استحقاق ہے یا نہین بایں معنی کہ ثواب درحقیقت نیک اعمال کا بدلا ہے جس کے بندگان خدا حقدار ہین یا یہ کہ وہ حقیقۃً تفضل ہے کہ جس کو وعدہ کے ذریعہ خداوند عالم کا اپنے اوپر لازم کرکے ثواب نام رکھنا بھی خود اُسکا ایک تفضل ہے لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ رابطۂ ربوبیت و عبودیت ہی کے اقتضا سے کچھ نہ کچھ حدود ایسے ضرور قائم ہیں کہ جنکی مخالفت خداوند عالم کی حکمت و شان ربوبیت کے خلاف ہے اور انھین کی مراعات عدل اور اُنکی مخالفت ظلم ہے اِن حدود اور اُنکے مخالفت کی مثالین ہمارے سابق رسالہ مین ذکر کی جا چکی ہین مثلاً خدا کا اپنے بندون کو بُرے کامون پر مجبور کرنا اور خود ہی اُنکو سزا دینا، بندون کو اونکی طاقت سے زیادہ تکلیف دینا نافرمان بندون کو اُنکے استحقاق سے زیادہ سزا دینا۔ فرمانبردار بندون کو اُنکے اعمال کا جتنا بدلا خود مقرر کیا ہے اُس سے کم بدلا دینا بندون پر بغیر قصور کے عذاب نازل کرنا، اپنے احکام کو ہونچائے بغیر اُنکی مخالفت پر عقاب کرنا وغیرہ وغیرہ اور

یہی وہ چیزین ہین جن مین سے ایک ایک کا نام لے کر صاف طور پر قرآن مجید مین خداوند عالم کی ذات سے نفی کی گئی ہے اور یہی معنی عدل باری کے ہین کہ وہ اس قسم کے تمام افعال واوصاف سے مبرا ومنزہ ہے، خداوندعالم کی مالکیت مطلقہ اور ربوبیت تامہ کا یہ لازمہ نہین ہے کہ اُس کے لئے ہر قسم کی بے انصافی اور ظلم وتعدی جائز وروا ہو جائے۔ ظلم وتعدی خداوندعالم کی ذات کے لئے قبیح ومحال اور عدل لازم اور عفو واحسان مستحسن ہے مطیع وعاصی کو اسکے استحقاق کے مطابق جزا اور سزا دینا شان عدل کا اقتضاء اور عاصیون کے گناہون سے درگذر کرنا رحمت وعفو کا نتیجہ ہے لیکن مطیع کو ثواب کے بدلے عذاب کرنا ظلم ہے جو کسی صورت سے جائز نہین، ہمارے مذکورۂ بالا بیان سے معلوم ہو گیا کہ عدل جس کو ہم ذات الٰہی کے لئے ضروری کہتے ہین وہ ظلم وتعدی کے مقابل صفت ہے اور اس سے چند نتیجہ بر آمد ہوتے ہین۔

(۱) عدل خداوندعالم کی مالکیت مطلقہ سے کوئی تصادم نہین رکھتا۔

(۲) صفت عدل ظلم وتعدی کے مقابل مفہوم ہے اور عدل کا نہ ہونا ہی عین ظلم ہے۔

(۳) عدل کی صفت جو خدا کے لئے لازم ہے وہ چونکہ ظلم کے مقابل مین ہے لہذا عفو واحسان اور تجاوز وغفران صفت عدل کے منافی نہین ہے، ان روشن حقائق کے واضح ہو جانے سے مشتہر کی مندرجہ ذیل عبارات

کا سلسلہ دار جواب ہو جاتا ہے۔

"عدل کا مفہوم جانبین مین حقوق کی مساوات چاہتا ہے لہذا ابتائیے کہ بندہ کا خداوند عالم پر کیا حق ہے کہ جو اُس سے عدل کو چاہتا ہی۔

"برہان آفاتی یعنی تفرقۂ عالم شہادت دیتا ہے کہ خداوند عالم کی صفت مالکیت کائنات عالم مین کام کر رہی ہے نہ صفت عدل"

"عدل کا مفہوم ضرور اس بات کو چاہتا ہے کہ اول جانبین مین کوئی حق قرار دیا جائے اور اُس حق کی خواستگاری مین عدل کی درخواست کی جائے لیکن یہ بات سب جانتے ہین کہ مخلوق کا خدائے تعالیٰ پر جس نے عدم محض سے پیدا کیا ہے کوئی حق نہین"

اگر کہو کہ وہ عادل نہ ہوگا تو ظالم ہوگا تو یاد رکھو کہ یہ دونون شقین حکم ارتفاع نقیضین مین ہین کہ جو عند العقل باطل ہے پس نہ وہ عادل ہے اور نہ وہ ظالم بلکہ بمصداق آیت شریف رحیم و مالک ہی"

واضح رہے کہ جس طرح نقیضین کا ارتفاع ناممکن ہے اسی طرح ضدین لا ثالث لہما جیسے حرکت و سکون انکا بھی درصورت وجود موضوع ارتفاع ناممکن ہے اور عدل و ظلم اس بیان کے مطابق جو نذر ناظرین ہوا ایسی نوعیت رکھتے ہین لہذا عادل نہونے کی صورت مین ظالم ماننا لازمی ہے۔ رحیم و مالک ہونا صفت عدل کے مقابل نہین ہے۔

"اس ایک صفت کے قائم کرنے سے غفور تواب رحیم تینون صفتون کا اُس ذات مین عدم لازم آتا ہے" "ہر ایک بدی کی سزا دینا خدا کے اخلاق عفو اور درگذر کے خلاف ہے"

مشتہر صاحب نے تین صفحون مین آریون اور عیسائیون کے سامنے خداوند عالم کی عدالت کے مقابل مین عفو و غفور ہونے کو ثابت کرنے کی جو زحمت گوارا فرمائی ہے وہ ہمارے موضوع بحث سے بالکل خارج ہے ہم خداوند عالم کو عفو و غفور تواب و رحیم بھی مانتے ہین اور عادل بھی، بے شک آریہ اور عیسائی ایک طرف اور قادیانی واحمدی دوسری جانب تینوں ہی فریق ہمارے نزدیک یومن ببعض و یکفر ببعض کا مصداق ہین۔ فرق اتنا ہے کہ پہلے دونون فرقون نے صفت عدالت کے اقرار کے ساتھ عفو و غفران کی صفت سے کنارہ کشی کی ہے اور دوسرے فریق نے عفو و مغفرت کے اقرار کے ساتھ صفت عدالت کے انکار کو ضروری سمجھا ہے، ولو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السموات والارض

اخلاقی موازنہ

مشتہر صاحب نے ہمارے ۵۴ صفحہ کے رسالہ مین سے صرف ان چند لفظون کو نقل کرنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے کہ:-

دو سال کا زمانہ گذر گیا صدائے برنخواست عالم احمدیت مشتہر

خموشان بنگیا" بلفظ الواعظ نمبر ۲ و ۳ ۱۳۳۱ء"

انکو اس عبارت مین نہین معلوم کیا نظر آیا اور بمفاد الحق مر انکو کتنی تلخی محسوس ہوئی کہ وہ اسکے اخلاقی پہلو کا مرثیہ پڑھنے بیٹھ گئے اور وہ رقمطراز ہین کہ:

"ناظرین! احمدیت کی تعلیم و اخلاق اس عبارت کے ہم وزن جواب دینے سے قاصر ہے"

لیکن انہی کے مخاطب ناظرین اگر غور سے دیکھین تو انکو احمدیت کی تعلیم و اخلاق کا نمونہ چند ہی صفحون کے بعد حسب ذیل الفاظ مین نظر آسکے گا:

"اب ہم پھر اپنے اصلی مخاطبین علمائے تشیعین سے عرض کرتے ہین کہ دیکھا حضرات یہ آپکا وہ تحفہ ہے جسکو آپنے آریون اور عیسائیون سے لیکر ناحق احسان ہندی کی صلیب کو اٹھا کر اپنے کندھے پر چڑھایا جس سے بجز بوجھون مرنے کے نجات نہ ملی"۔

یہ ہے غلام احمدی تہذیب و اخلاق۔

موازنہ دیگر

احمدیت کے پلہ کا ارتفاع

بقول مشتہر صاحب، دیکھین بلند کون ہے اور پست کون ہے کھلجائیگا

مشتہر صاحب نے اپنے اس مختصر سے رسالہ یا اشتہار مین جس طرح اپنے

شاعرانہ کمالات کا مظاہرہ کیا ہے علم جدل و مناظرہ کے جوہر دکھلائے ہین فن مغالطہ

وسفسطہ مین مہارت کے نمونہ پیش کیئے ہین اسی طرح اُنھون نے اپنی فلسفی شان

اور برہانی طاقت کا اظہار ضروری سمجھ کر کچھ عقلی زبردست اعتراضات پیش کرنا

بھی ضروری سمجھے ہین جنکے مقابلہ مین بخیال اُنکے عالم شیعیت لرزہ براندام نظر آئیگا

ہم اُن اعتراضات کو اُنھی کی لفظون مین ایک ایک کرکے نقل کرتے ہین جس کے بعد

ناظرین اندازہ کرینگے کہ اُنمین کہان تک قوت ہے۔"

پہلا اعتراض "لفظ توحید کہ جو ذات مستجمع صفات و کمالات ہے اُس پر صفت

عدل زائد موجودہ کو ماننا توحید کے مصداق ہونے مین تعدد و تثنیہ کو چاہتا ہی

اور یہ شرک ہے،

حضور والا! لفظ توحید ذات مستجمع صفات و کمالات نہین ہے، وہ تو ایک

دہن سے نکلتی ہوئی پنج حرفی صدا ہے جو مرکب ہے ت و ح ی د سے اور

ظاہر ہے کہ لفظ ع د ل اُس پر زائد اور اُس سے جداگانہ ہے لا یبقی من الاسلام

الا اسمہٗ کے مفاد کے مطابق اسلام کو اسمی و رسمی حیثیت سے رکھنے والے حقیقت

ذاتِ احدیت کو لفظ "توحید" مین محدود نہ سمجھین گے تو اور کیا ہوگا۔ ذات باری لفظ

توحید کا مصداق بھی نہین ہے اسلیئے کہ اسمائے حسنی باری تعالی مین توحید کی

لفظ نہین ہے اور نہ اللہ توحید کہنا صحیح ہے ...

ماننے کالازمہ بھی یہ نہین ہے کہ مصداق مین تعدد و تثنیہ پیدا ہوجائے ،عالم قادر مرید کارہ حی خالق رازق وغیرہ سب کا مفہوم جداگانہ ہے لیکن مصداق سب کا ایک ہی ذات مستجمع الصفات والکمالات ہے۔"

دوسرا اعتراض " اگر صفت عدل بھی صفات حقیقیہ سے عین ذات ہے تو اقتران وانضمام اس صفت عدل کا موصوف کے ساتھ مستلزم ترکیب ہوگا۔"

اگر جبارت نہو تو عرض کیا جائے کہ اقتران وانضمام کے لئے تغایر کی ضرورت ہے اور ترکیب تعدد کی مقتضی ہے اور جب کہ اس صفت کو مقام مصداق مین عین ذات تسلیم کرلیا تو نہ اقتران وانضمام کی لفظ کا اطلاق صحیح ہے اور نہ ترکیب اس کا لازمہ ہے، بے شک توحید وعدل مین مفہومی فرق ہے جس کے باعث توحید کی لفظ کے بعد عدل کا اعتبار کرنا ضروری ہے

تیسرا اعتراض ۔ اگر صفت عدل زائدہ کو قائم لذاتہ تسلیم کیا جائے تو انثلمال ذات الٰہی کا بسوئے غیر لازم آتا ہے"

بے شک صفت زائدہ ماننے کالازمہ یہی ہے اور اسی لحاظ سے ہم آپکے ہم مشرب فرقۂ اشاعرہ کی ہان مین ہان ملانے سے قاصر ہین - جو صفات باری کو زائد علی الذات سمجھتے ہین لیکن ہم تو صفات الٰہیہ کو عین ذات سمجھتے ہین جس کی بناء پر استکمال بالغیر کا شبہہ

یہ تھے وہ اعتراضات جنکو بڑے رعد و برق کے ساتھ پیش کیا گیا ہی مگر ناظرین نے دیکھ لیا کہ اُن مین کتنی طاقت ہے۔

عدل کے قرآنی ادلہ

اور

مشتہر کی پریشانی

"اصول دین اور قرآن نمبر ۲" مین خداوند عالم کی صفت عدل اور نفی ظلم کے اثبات مین چالیس آیتین پیش کی گئی ہین، مشتہر نے کافی غور و خوض کے بعد جب سینتیس آیتون مین مجال دم زدن نہ دیکھا تو صرف تین آیتون کو بخیال خود مورد اعتراض قرار دیکر چھٹکارا حاصل کرنا چاہا ہے۔

(۱) ان اللہ یامر بالعدل والاحسان — یقیناً خدا عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔

غرض اِس آیت کے ساتھ استدلال سے یہ ہی کہ عدل واحسان ایسی صفت ہے جو خدا کو محبوب و مطلوب ہے، وہ چیزین کہ جنکا خداوند عالم نے حکم دیا ہے چند قسم کی ہین ایک وہ فرائض عبودیت ہین کہ جو بندون کے بہ نسبت اپنے خدا کے لازم ہین جیسے نماز روزہ اور اُنکے مقدمات وغیرہ یہ عباد کے ساتھ مخصوص ہین اور خدا اُنکا عمل پیرا نہین اسلئے کہ وہ کسی بلند و برتر ہستی

کے ساتھ سلسلۂ عبودیت نہین رکھتا کہ اُسکے فرائض کو ادا کرے' دوسرے وہ
باہمی افراد کے روابط و تعلقات ہین جنکی بنیاد اعضاء و جوارح اور جسم و
جسمانیات پر قائم ہے مثلاً چار عورتین کرنے کا حکم ان سے خلوت کرنے کا حکم
طلاق کا حکم، بچون کو دودھ پلانے کا حکم وغیرہ وغیرہ جنکو معترض نے پیش
کیا ہے اُنکا اعضاء جسمانیہ سے متعلق ہونا خود بندون کے ساتھ اُنکے اختصاص
کا ذمہ دار ہے خداوند عالم سے اُنکے صدور کی توقع بے موقع ہے۔ تیسرے
وہ صفات و کمالات جنکی بنیاد جسمانی تعلقات پر قائم نہین ہے......
اور اونکا ثبوت باری تعالےٰ کے لئے ناممکن نہین ہے، اُن صفات مین
جس چیز کا وہ حکم دیتا ہے خود بھی اُس کے ساتھ متصف ہے، صدق کا
حکم دیتا ہے اور خود بھی صادق ہے ومن اصدق من اللہ قیلا وعدہ وفائی
کا حکم دیتا ہے اور خود بھی وعدہ وفا ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد ظلم سے
منع کرتا ہے اور خود بھی ظالم نہین ہے وما ربک بظلام للعبید، یہان
تک کہ صلوٰۃ کا پیغمبر پر اُس نے حکم دیا ہے اور خود بھی عامل ہے ان اللہ
وملئکتہ یصلون علی النبی۔ خود اُسکو یہ بات بری معلوم ہوتی ہے کہ کسی
چیز کا حکم دیا جائے غیر کو اور خود اُس پر عامل نہو اتامرون الناس بالبر و
تنسون انفسکم، وہ صفت کہ جو اُسکو محبوب و مطلوب اور اُس کے خلاف
طرز عمل مکروہ و مبغوض ہے اُسکا انفکاک اُسکی ذات مقدسہ سے اُسکی حکمت

مطلقہ کو دیکھتے ہوئے چند ہی صورتوں سے ہو سکتا ہے ایک یہ کہ وہ اس صفت کی تحصیل سے عاجز ہے اور اسکے لئے ممکن نہین ہے کہ وہ اس صفت کو اختیار کر سکے دوسرے یہ کہ وہ اس صفت کے محبوب و مطلوب ہونے سے ناواقف اور جاہل ہے اور تیسرے یہ کہ اس محبوب و ممدوح صفت کو جان بوجھ کر باختیار خود وہ ترک کرتا ہے پہلی صورت عجز اور دوسری جہل اور تیسری عبث و سفاہت و تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیرا

(۲) وما ربک بظلام للعبید تیرا پروردگار بندون پر ظلم نہین کرتا"

مشتہر صاحب رقمطراز ہین۔ "اول تو قرآن شریف مین لفظ ظلم بہت سے معنون مین آیا ہے یہانتک کہ مقام مدح مین بھی ظلم کا لفظ آیا ہے"۔

اول تو اس کا ثبوت مشتہر کے ذمہ ہے کہ مقام مدح مین ظلم کا لفظ کہان آیا ہی اسکے علاوہ یہ امر بالکل واضح ہے کہ صفت ظلم جس کی خدا اپنی ذات سے نفی کر رہا ہے اُن معنون مین نہو گی کہ جن کے اعتبار سے مقام مدح مین ظلم کا لفظ آیا ہے بلکہ اسکے معنی یہان ناانصافی اور بے عدالتی ہی کے ہو سکتے ہین۔ یہ کہنا کہ "ظلم کا مقابل عدل کب آتا ہی کوئی محاورہ نہین بلکہ ظلم کے مقابل پر رحم لاتے ہین" عربی زبان سے ناواقفیت پر مبنی ہی ظلم کے وہی معنی تعدی و تجاوز اور وضع الشئ فی غیر محلہ کے ہین اور اسی کے مقابل صفت کا نام عدالت ہے جسکی توضیح سابق مین پوری طور پر ہو چکی ہی رحم کے مقابل قساوت ہے جسکو مفہوم ظلم سے کوئی تعلق نہین۔

(۳) شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملٰئکۃ واولو العلم قائما بالقسط۔ — خدا اور اُسکے ملائکہ اور صاحبان علم اس امر کے گواہ ہیں کہ اس خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ صفت عدل کے ساتھ قائم و دائم ہے،

اس موقع پر مُستشہر صاحب نے اپنے تبحر علمی اور علم نحو اور عربیت میں مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے حسب ذیل گہر افشانی فرمائی ہے:۔

"آیت میں قائما بالقسط حال واقع ہوا ہے ملائکہ اور اولو العلم کا اور یہ بات نحو میر کے پڑھنے والے بچے بھی خوب جانتے ہیں کہ معطوف اور معطوف علیہ ایک حکم میں شامل ہوتے ہیں لہذا خدائے تعالےٰ نے گواہی دی کہ اللہ ایک ہے اور فرشتہ اور علم والے خدا کی گواہی کے خلاف گواہی دے رہے ہیں کہ وہ عادل ہے یہ خدا کو لازم تھا کہ شہادت دیتا کہ میں عادل بھی ہوں اور اکیلا معبود بھی ہوں۔ یہ عجیب دھاندھ کرتی ہے کہ خدا کی گواہی اور ہے فرشتوں اور علم والوں کی شہادت خدا کی شہادت سے اور ہے"

اس عبارت کے اجزا مشتہر صاحب کے ذہن کی ترجمانی کرتے ہوئے کچھ اتنے منتشر اور پریشان ہیں کہ اُن کا تطابق و توافق ہمارے امکان کی بات نہیں ہے، نہ علمی موازین کے اعتبار سے اُنکی ساخت و پرداخت بھی انسان کی

طاقت سے باہر ہے "

اتنی بات کا سمجھنا شاید دشوار نہو کہ حال و ذو الحال کے درمیان مفرد و جمع ہونے میں تطابق ہوتا ہے پھر قائماً بالقسط جو مفرد صیغہ ہے وہ ملائکہ و اولوا العلم کا جو جمع کے صیغہ ہیں حال کیونکر قرار پائیگا؟ اس وحدت و تعدد کے اجتماع کو شاید مشتہر نے نصاریٰ کی توحید فی التثلیث کے گورکھ دھندے سے اخذ کیا ہے، اور جب کہ نحو میر پڑھنے والے بچے بھی واقف ہیں کہ معطوف و معطوف علیہ ایک حکم میں شامل ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ملائکہ و اولوا العلم کا عطف لفظ اللہ پر ہے تو جس طرح ملائکہ و اولوا العلم کے لئے قائم بالقسط کے حال ہونے کو ثابت کیا گیا ہے وہ خدا کے لئے بھی ثابت ہوگا، یہ بھی قابل غور ہے کہ جب قائماً بالقسط ملائکہ و اولوا العلم کا حال قرار دیا گیا تو یہ انکی صفت قرار پائے گی یعنی کہ ملائکہ و اولوا العلم قائم بالقسط ہیں پھر یہ معنی کیونکر پیدا ہوے کہ خدا گواہی دیتا ہے کہ وہ واحد و یکتا ہے اور ملائکہ و اولوا العلم گواہی دیتے ہیں کہ وہ یعنی خدا عادل ہے اسکے لئے تو ضرورت اسکی تھی کہ قائماً بالقسط مشہود بہ واقع ہوتا اور عبارت یوں ہوتی کہ شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو والملٰئکۃ واولوا العلم انہ قائم بالقسط

پھر معنوی حیثیت سے یہ امر سمجھنے کے قابل ہے کہ آخر ملائکہ اور ان ہستیوں کو جن کو مقام مدح میں اولوا العلم سے تعبیر کرکے خود حضرت حق تعالیٰ نے انما یخشی اللہ

من عبادہ العلماء کے مصداق ہونے کی گواہی دیدی ہے ان سب کو
خدا کے ساتھ کونسی ضد پیدا ہوگئی ہے کہ یہ اُسکے مقابلہ مین گھار کی لڑائی پر
تُل گئے ہین، وہ تو کہرہا ہے کہ مین واحد و یکتا ہون اور یہ خواہ مخواہ اُسکے
برخلاف یہ کہے جارہے ہین کہ وہ عادل ہی۔ ملائکہ کے متعلق تو خود حضرت
احدیت نے فرمایا ہے کہ لایسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون
پھر یہ آخر جنگ مغلوبہ کیسی خدا اور اُسکے پاک و مقدس ملائکہ اس تہمت سی
بلند و برتر ہین۔

اس دھما چوکڑی کی ذمہ داری تو مشتہر صاحب پر ہے کہ اُنھون نے
خداوند عالم کے معجز کلام کی تفسیر اپنے فہم کے مطابق اس طرح کی ہی کہ وہ تو عد
عربیت پر منطبق نہ فصاحت و بلاغت کے اصول کے موافق اور نہ معنوی حیثیت
سے قابل قبول ہی، اُنھون نے خدا اور اُسکے ملائکہ کو مرزا غلام احمد صاحب
قادیانی اور اُن کے قادیانی اور احمدی اتباع کے مثل سمجھ لیا ہے،
مرزا صاحب کا دعویٰ ہین ہی کہ مسیح بن مریم اور مہدی موعود ہون قادیانی
جماعت کا ادعا یہ کہ وہ نبی بروزی اور ظلی یا نبی حقیقی تھے اور احمدیون
کا قول یہ ہے کہ وہ کچھ بھی نہین بلکہ ایک مجدد مذہب کی حیثیت رکھتے تھے
اس دھما چوکڑی کی مثال خدا کے کارخانۂ قدرت اور عالم ملکوت و جبروت
مین ڈھونڈھنا خدا شناسی کا کوئی اچھا مظاہرہ نہین ہی؟

مشتہر صاحب سورۂ حمد میں صفت عدل کا تذکرہ موجود نہ ہونے کو اس امر کی دلیل قرار دیتے ہیں کہ خداوند عالم عادل نہیں ہے حالانکہ اگر آنکھیں کھولکر دیکھیں تو وہیں صفت عدل کی گواہی نظر آئے گی پڑھو!

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدّین دین کے معنی ؟ جزا۔ جزا عدالت کا نتیجہ ہے خدا نے اپنے مالک یوم الدین یعنی صاحب روز جزا ہونے کا اعلان کر کے درحقیقت اپنے عادل ہونیکا ثبوت دیا ہے، واللہ یحق الحق بکلماتہ والّذین کفروا حجّتھم داحضۃ عند ربھم۔

(ناچیز علی نقی النقوی عفی عنہ)

(از ناحیۂ مقدسہ قم (ایران)

———— ❊ ————

امامیہ مشن لکھنؤ کے گرانقدر کارنامے

قاتلان حسینؑ کا مذہب۔ وہی مقبول عام رسالہ ہے جسکے شایع ہونیکے بعد سے خوارج کے کیمپ میں کہرام برپا ہے دوسرا ایڈیشن قریب ختم ہے جلد طلب فرمائیے قیمت ۴ر خرچہ ڈاک ار

تحریف قرآن کی حقیقت۔ اس کتاب میں قرآن مجید کی عظمت اور دیگر کتب سماویہ کے مقابلہ میں اسکا اعتبار، تحریف قرآن پر فریقین کے نقطہ نظر سے بحث اور ایمان بالقرآن کی حقیقت، ان تمام مطالب کو انتہائی جامعیت سے بیان کیا گیا ہے قیمت ۵ر خرچہ ڈاک ار

مولود کعبہ۔ یہ رسالہ بھی حضرت سید العلماء مدظلہ کے پانچ بیش بہا مضامین کا مجموعہ ہے ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت صرف ایک آنہ اور خرچہ ڈاک دو پیسے۔

وجود حجت۔ اس رسالہ میں مندرجہ ذیل عنوانات پر فیصلہ کن بحث کیگئی ہے۔ مذہب کی بنیاد غیب کے اعتقاد پر۔ غیب پر اعتقاد کا معیار۔ دنیا نے غیب کا کس کس طرح انکار کیا۔ وجود حجت کی ضرورت اور عقل و نقل سے اسکا ثبوت حضرت مہدی موعود عجل اللہ فرجہ کی غیبت کے اسرار اور مدعیان مہدویت کے دعاوی پر سرسری نظر وغیرہ وغیرہ۔ قیمت صرف چار آنے اور خرچہ ڈاک ایک آنہ۔

ملنے کا پتہ

سید ابن حسین سکریٹری امامیہ مشن حسین آباد لکھنؤ

حجج و بینات

اپنی نوعیت کی پہلی کتاب جو عالم اسلام میں ظاہر ہوئی ہے۔ سالگذ
عراق میں مشاہد مشرفہ ائمہ معصومین سلام اللہ علیہم سے جو حیرت انگیز مظا
قدرت یعنی معجزات ظاہر ہوئے انکے مستند تفصیلی واقعات ذاتی تحقیقات ا
مستند ذرائع سے تصدیق شدہ معلومات حاصل کر کے ایک جا شایع کر د
گئے ہیں جو ارباب ایمانی کیلئے بصیرت افروز اور تمام مذاہب اقوام کے مقا
میں صداقت و حقانیت کی دلیل ہیں۔ یہ کتاب بھی حضرت سید العلما مولانا
السید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر دام ظلہ کا نتیجہ قلم اور ان ہی کی
ذاتی تحقیقات اور کاوش کا نتیجہ ہے جو کتاب کی ادبی منزلت اور استناد
اعتبار کی حیثیت کیلئے بہترین ضمانت ہے ۲۰×۲۶ کی تقطیع پر اعلی کاغذ
طباعت کیساتھ تیار ہے اور اسمیں متعدد شفا یافتہ افراد کے فوٹو بھی شامل
ہیں جو کتاب کی دیدہ زیبی اور نیز اسکے اعتبار و استناد میں اضافہ کا باعث
ہوئے ہیں۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ

سید ابن حسین سیکرٹری امامیہ مشن حسین آباد لکھنو

قیمت چھ آنہ

مصنفہ حضرت مولانا سید احمد صاحب قبلہ علامۂ ہندی مدظلہ

حسب فرمائش

جناب احمد علی صاحب زیدی الواسطی

باسمہ سبحانہ ولہ الحمد

باعث تصنیف رسالہ پردہ اسلام

جنوری سنہ ۱۹۲۷ء میں دوست محترم و حبیب مکرم آقای مؤید الاسلام مدیر محترم حبل المتین اور عین الاعیان جناب نواب سید نصیر حسین خان صاحب خیال سے (بہ سلسلہ دورہ بنگال منجانب خدام الحرمین) کلکتہ میں ملاقات ہوئی اور مسئلہ پردہ و حجاب نسوان پر گفتگو شروع ہوئی آقای مؤید محترم نے ایک نمبر حبل المتین کا جس میں یہ گفتگو چھڑی ہوئی تھی عطا کر کے فرمائش کی کہ میں بھی اس موضوع پر کچھ لکھوں چونکہ بندہ زادہ خورد سید محمد حسنین سلمہ مرض کالا آزار میں مبتلا تھا اور سخت بیمار تھا اس تردد و اضطراب میں ایک مقالہ مختصرہ فارسی میں لکھکر میں نے دفتر حبل المتین کو روانہ کیا اور اردو میں اخبار سرفراز کو چنانچہ سرفراز نمبر ۳۱ مورخہ ۱ مارچ سنہ ۱۹۲۷ء میں میرا مضمون اردو میں شایع ہوگیا لیکن جن بزرگوں کی فرمائش پر لکھا گیا تھا ان کے جواب حسب ذیل ہم کو وصول ہوئے:-

آقای موئید نے خط مورخہ ۲۹ شعبان ۱۳۴۵ھ مین ہم کو تحریر فرمایا "مقالہ کہ شایان شان جناب مستطاب عالی باشد و باید در حبل المتین درج شود"

اور جناب نواب صاحب نے صحیفہ مورخہ ۸ مارچ ۱۹۲۷ء مین تحریر فرمایا کہ "ہم آپ کے قلم و زبان سے اس سے بہتر تقریر سُننے کے مشتاق ہین۔"

ہر دو تحریر پاکر ہم مجبور ہوئے کہ باوجود اپنے اس ابتلاء و اضطراب کے اس موضوع پر مکمل مضمون لکھین جو سرمایہ تحقیق ہو اور خطابت و شاعری سے پاک ہو الحمد للہ ایک ہفتہ مین اس مضمون کو ہم مکمل کر سکے اور موصوفین کی خدمت مین روانہ کیا اور توفیقات الہیہ و تفضلات نامتناہی خداوندی سے امید ہی کہ یہ رسالہ اس موضوع مین ارباب تحقیق کی نظر مین پسندیدہ ہو۔

میرا پوزیشن

بعد اس مختصر بیان کے مجھکو اپنا پوزیشن بھی واضح کرنا لازم ہے"

مین کون ہون

مین قدامت پسند نہین ہون "قالوا حسبنا ما وجدنا علیہ آبائنا" مین سخت مخالف ہون اون لوگون کا جو کہتے ہین کہ ہم نے اپنے آبا و اجداد کو جس روش پر پایا وہ ہمارے واسطے کافی ہی باوجود اس کے مین قوانین الہیہ کے ابدی، دائمی، لازوال ہونے کا معتقد ہون۔ اوس کی مخالفت کو تباہ کن و مہلک سمجھتا ہون۔ زندگانی دنیا اور تمدن کیلئے

موٹر اور ایروپلین کی تیز رفتاری کو بھی دھیما سمجھ کر اس سے زائد دنیا کی رفتار کو تیز دیکھنا چاہتا ہون -

جدت پسند بھی نہین ہون "ان اللہ لا یغیر بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم" مزاج عقلی کا بگاڑنے والا اور نظام قومی کی روح کا فنا کر دینے والا بیشک تغیر نفوس کا ہے - جو بے سمجھی کی تجدد و جدت پسندی سے ہوتا ہے اور یہی قومون کے زوال دفنا کا راز ہے - جہان تک روح قومی فنا نہ ہو بس اُسی جدت طرازی کو جائز سمجھتا ہون - آثار قدیمیہ کی عزت اور روح فطری کی خدمت کا پرستار ہون

اشتراکی بھی نہین ہون "فضلنا بعضکم علی بعض" ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتا ہون اور افضلیت کیلئے ایک جداگانہ استحقاق و حق کا مطالبہ کرتا ہون اور اوس مساوات و آزادی کو قومون کی ہلاکت و تباہی کا باعث سمجھتا ہون جس اشتراکیت مین دنیا مبتلا ہو رہی ہے - مگر ساتھ ہی اوس مساوات حق کا عاشق ہون جو نظام عدل پر قائم ہو اور جو قانون خدا نے فطرت کی تصدیق مین معین کر دیا ہے -

پھر مین ہون کیا

مین مسلمان ہون اور مذہب کا پرستار ہون "کل حزب بما لدیھم فرحون" اور اپنے مذہب کو اٹل و غیر فانی سمجھتا ہون - اور ہر احتیاج - ہر تمدن - اور ہر عہد کے ما یحتاج مین رہبری کا مذہب ہی کو اپنے لیے منجی سمجھتا ہون اور مذہب مین رہ کر

ہر ترقی کو فریضۂ انسانی اور فریضہ مذہبی سمجھتا ہون - اس وقت متمدن دنیا
کی ترقی جس نظامِ شمسی مین محدود ہے - اوس کو مذہب اسلام نے قید خانہ کہا
ہے - اسلامی ترقیون کے لئے دوسرے نظامون مین گذرنے کی ضرورت ہی
"الدنیا سجن للمومن وجنۃ للکافر" مسلمانون کا ہاتھون پر ہاتھ دھرے
بیٹھے رہنا اسلام کی تعلیم نہین ہے مسلمانون کا تنزل اپنے مذہب سے بے پروائی کا
نتیجہ ہی موجودہ تمدن نے اگر ہوائی جہاز نکال کر صرف فضاء آسمانی کی سیر
کی ہے - تو اسلام یہ چاہتا ہے کہ "یورنیس" اور "نیپچون" بلکہ اون سے
بلند نظامون مین بھی پھرنے کے وسائل پیدا ہو جاوین -

یمن کا منجم خدمت امام جعفر صادق علیہ السلام مین حاضر ہوتا ہے آپ
فرماتے ہین مین تجھکو مدینہ کے اوس عالم کا پتہ دیتا ہون جو ایک ساعت
مین اتنی سیر کرتا ہے جتنی سورج ایک سال مین سیر کرتا ہے - (دیکھو ہماری
فلسفۃ الاسلام ہئیتہ صفحہ ۱۵۲ مین حرکت آفتاب کو اجتی کہ وہ عالم قطع
کرتا ہے - بارہ ہزار عالمون کو جو تمھارے عالم کے مانند ہین - (بصائر الدرجات
بحار الانوار، اختصاص)

امام زین العابدین علیہ السلام ایک منجم سے فرماتے ہین دربین تجھکو ایسے شخص
کو پہچنواؤن جس کی سیر اتنے عرصہ مین جتنی دیر تجھکو میرے پاس آئے گذری
چودہ عالمون مین ہوئی ہو اور ہر عالم اس دنیا سے تین حصہ بڑا ہے اور

وہ مین ہون بحار الانوار، بصائر الدرجات، شرح صحیفہ کاملہ، اختصاص (
اسلام جن ترقیون کو چاہتا ہے۔ اب تک منمبرین نے اوس کا تصور
بھی نہین کیا ہے۔

مسئلہ حجاب کا حل دو مسئلون پر موقوف ہے،

بعد اس کے کہ مین نے اپنی پوزیشن کو بتا دیا اب مسئلہ حجاب پر
بحث کو شروع کرتا ہون لیکن اس مسئلہ کو دو مسئلون کی تحقیق پر منحصر سمجھتا ہون
جن مین ایک مسئلہ مساوات ہے جس سے بے حجابی نے جنم لیا ہے دوسرے
یہ کہ عورت کی اسلام مین کیا پوزیشن ہے۔ ان ہی دونون مسئلون پر تفصیل
سے مجھکو اس رسالہ مین بحث کرنا ہے۔ ہرچند مقصود ان اوراق مین
مسئلہ حجاب پر بحث تھی لیکن مناسب معلوم ہوا کہ ایشیا کی دیگر ضروریات
پر بحث ہو اور اخلاق و تمدن کی اصلاح کے لیئے ایک دستور العمل مرتب
کردون اور ضروریات زمانہ کو سمجھا دون۔ (وما توفیقی الا باللہ)

سید احمد نقوی لکھنوی

(۱) فطرت کی تعلیم

جب انسان ایک وحشی زندگی کے دور مین تھا جس کو عصر حجری کہا ہے۔ اور جس کے پاس بجز فطرت کوئی معلم و موءدب نہ تھا۔ اسی وقت سے فطرت نے اوس کو تدریجی ارتقاء اخلاقی سے عروج و ترقی دی اور اوس کو ستر و حجاب کا خیال پیدا ہوا۔ جس کو اُس نے بہت سادہ طریقہ سے جسم کو رنگین اور خاکستری کر کے بجائے لباس اختیار کیا تھا۔ چنانچہ آج تک بعض مقامات پر وحشی اپنے تمام جسم کو رنگ لیتے ہین۔ ہندوستان کے فقرا اور جوگی اس وقت بھی بھبھوت ملتے ہین۔ ابتداءً تو اس رسم کی محض حجاب و ستر کی خاطر ہوئی جس مین صرف جلد و بشرے کا خلقی رنگ روپ چھپایا گیا تھا مگر بعد مین اس خاکی لباس کی تزئین و خوشنمائی کی بھی سوجھی اور یہ دوسرا دور ارتقاء اخلاقی کا ہے۔ اس بھبھوت مین بھی مختلف تزئینین ہوتی رہتی تھین بعض اقوام نصف چہرہ سُرخ اور نصف نیلا رنگتے تھے۔ اور بعض امریکہ کی بومی قومین سُرخ سفید لکیرین جسم پر بنا کر منقش کرتے تھے اہالیان اسٹریلیا صرف سفید رنگ

استعمال کرتے تھے۔

دور ثانی مین انسان نے برہنگی و عریانی کے دور کرنے مین کوشش کرکے

لباس کی ایجاد کی پتون اور چھالون سے ستر کیا۔ اور ابھی تھوڑی مدت گذری

ہے۔ کہ اہالیان " نگپور" قوم " جوانگ" پتون سے ستر کرتے تھے اور

سالانہ عید مین جو مدراس کے قریب ہوا کرتی تھی اس قوم کی عورتین اپنے

لباس خانگی کو جدا کرکے چھال سے بنے ہوئے کپڑے پہن کر عید مناتی تھین۔

چھال کا سادہ ترین لباس یہ تھا کہ چھال درخت سے اُدھیڑ کر جسم پر لپیٹ

لیتے تھے۔ ذرا زائد متمدن وحشی تنہ درخت سے چار پانچ فٹ کا بوٹا کاٹ

کر مسلم پوست جدا کرکے چند روز پانی مین بھگوتے جب وہ نرم ہو جاتا تو

بجائے آستین دو سوراخ کرکے پوستین جسم کا بنا لیتے تھے۔

اب تک ہندوستان مین ہندو دہرم کے فقرا و صحرانشین پتون کا لباس

پہنتے ہین۔ بعض جزائر پاسفیک مین درخت کی چھالون کو کوٹ کر نرم کر لیتے

ہین اور رنگون سے منقش کرکے استعمال کرتے ہین۔ اور جزیرہ نشینان بحر

جنوب تمام ملبوسات گھانس سے بن لیتے ہین۔ اور باوجود کمال تمدن

یورپ والے اب تک موسم گرما مین گھانس کی بنی ہوئی ٹوپی استعمال کرتے

ہین۔ جو قدیم زمانہ کی یادگار اب تک باقی ہے۔

امریکائے جنوبی کی فیوجی قوم چمڑون مین حیوانات کی نوکدار ہڈیون

سے سوراخ کر کے رسیمان سے سی کر لباس درست کرتے تھے استخوانی سوزن فرانس کے غارون سے اب تک بر آمد ہوتے ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے مین وہان بھی چرمی لباس مستعمل تھا اسکیمو قوم مین آج تک چرمی لباس استعمال کرتی ہین۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اقوام عالم نے اخلاقی ارتقا سے دور حاضرہ مین اس طرح سے ترقی کر کے قدم رکھا ہے۔ اور آج سے ہزارون سال پیشتر جب انسان صرف حیوانی و وحشی زندگی بسر کرتے تھے۔ اوس وقت سے اون کو ستر و حجاب کا خیال تھا عقل و فطرت نے اون کو یہ سبق پڑھا رکھا تھا "یابنی ادم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواتکم وریشا ولباس التقویٰ ذلک خیر" بنی آدم کے لیئے خدا نے لباس اوتارا فطری ضروریات پورا کرنے اور ماحول سے مناسبت پیدا کرنے کیلئے تاکہ وہ اپنی برہنگی کو ڈھانپے اور زینت ہو۔ اور تقویٰ کا لباس تمام فیشنون مین بہترین فیشن ہے۔

آثار قدیمہ کے مجسمہ اور بت بھی عُریان و برہنہ نہین ہین بلکہ ایک طرح کے لباس سے ملبس ہین جن کے زن و مرد کے لباس مین بھی امتیاز و فرق ہے۔ معلوم ہوا کہ لباس کی ایجاد و اختراع فطرت نے محض جسم کی عُریانی چھپانے کے واسطے کی ہے۔ فطرت حیوان کو عریان نہین دیکھنا چاہتی پوشش و لباس اور دم سے ستر کیا گیا۔ اور عقل انسان کی برہنگی

سے نفرت رکھتی ہے۔ تمدن کی ترقی اور اخلاق کی ترقی کے ساتھ ساتھ جسم کی

پوشش میں ترقی و اضافہ ہوا ہے۔

"فطرۃ اللہ التی فطر الناس جمیعاً لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین

القیم" فطرت الٰہی کے قائم ہو جانے کے بعد فطرت تو نہیں بدلتی اور وہی

فطرت الٰہی دین قیم ہوتا ہے لیکن فطرت الٰہیہ کی مخالفت انسان کے ہاتھوں

اور اوس کی جدت طرازیوں کے ماتحت ہوتی ہے۔ خدا نے تو فطری راستوں

کو پیدائش کے وقت ہی بتا دیا ہے یہ انسان کا کام ہے۔ کہ شکر گذار ہو

یا کہ کفران کرے "انا ھدینا السبیل اما شاکرا و اما کفورا"

خلاصہ یہ ہے کہ حجاب دستور فطری ہے جس کا جی چاہے اوس کو بدلے۔

(۲) مذہب کی مداخلت

مذہب نے اس فطرت میں کوئی تبدیلی اور کوئی مداخلت نہیں کی بلکہ فطرت کی صرف

تصدیق کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی فیشن کوئی کپڑا مخصوص نہیں کیا

اور جتنی بھی مداخلت کی وہ صرف ارتقار تمدن کی غرض سے۔ انسانی

مخلوق کی دو بڑی فردوں زن و مرد کی تعیین حقوق و تمدن نسوانی

و تمدن رجالی کی تشخیص و تعیین کی غرض سے جو آئندہ ہم مفصل بیان کرینگے

دیکھو "ربقہ" جو بعد میں زوجہ حضرت اسحاق ہوئیں حضرت اسحاق

کو دیکھکر نقاب سے منھ چھپاتا۔ توریت پیدائش باب ۲۴ - آیت ۶۶ سے

واضح ہوتا ہے۔

اور عورت مرد کا لباس نہ پہنے۔ مرد عورت کا لباس نہ پہنے خدا اس سے نفرت کرتا ہے۔ توریت استثنار باب ۲۲۔ آیت ۵ مین مذکور ہے۔

صیہون کی رہنے والی عورتین شوخ چشمی و مستانہ رفتار سے اٹھلاتی راستون مین پھرتی تھین بے برقع و سر برہنہ خدا نے ان سے بیزاری جتائی اور عذاب سے ڈرایا (دیکھو یسعیاہ باب ۳۔ آیت ۱۶ لغایتہ ۲۴۔

قرآن مجید نے بھی اس کو دہرایا وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولیٰ" رسول کی بی بیان مسلمانون کی ماںین جو اخلاقاً امت کی عورتون سے بہتر تھین اور احکام شرع اور فرائض مذہبی سے واقف تر ان کو گھرون مین بٹھلا گیا ہے۔ تو عام عورتون کا کیا ذکر ہے۔

انجیل جس نے تمام احکام شرع کا خاتمہ کر دیا۔ اور پولوس مقدس جنھون نے یک لخت تمام قیود و رسوم مذہبی پر قلم پھیر دیا۔ وہ بھی ایک خط مین قرنتیون کے نام باب ۱۱۔ آیت پانچ مین لکھتے ہین کہ ہر عورت جو سر بن ڈھانپے دعا یا نبوت کرتی ہی اپنے سر کو بیحرمت کرتی ہی۔ کیونکہ سر منڈے ہوئے کے برابر ہے۔ سو اگر عورت اوڑھنی نہ اوڑھے تو اس کی چوٹی بھی کٹ جاوے اور جو عورت چوٹی کٹنے یا سر منڈنے سے بیحرمت ہوتی ہی تو اوڑھنی اوڑھے اسی خط کے جابجا اقتباسات حسب ذیل ہین۔ عورت کا سر مرد ہے

عورت مرد کا جلال ہے۔ کیونکہ مرد عورت سے نہین بلکہ عورت مرد سے ہے

اور نہ مرد عورت کے لئے بلکہ عورت مرد کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ اس لئے

عورت کو چاہیئے کہ فرشتون کے سبب اوس کے سر پر مرد کا اختیار ظاہر ہو

تم آپ ہی انصاف کرو کیا مناسب ہے۔ کہ عورت بغیر سر ڈھانپے خدا سے دعا

مانگے یا کیا طبیعت آپ تم کو نہین سکھلاتی ہے کہ اگر مرد چوٹی رکھے تو یہ اوس

کی بیحرمتی ہے۔ پھر اگر عورت کے لمبے بال ہون تو یہ اوس کی زینت ہے

کیونکہ بال اوس کو پردے کے عوض دیئے گئے ہین۔ لیکن اگر کوئی تکراری

معلوم ہو تو (جان لے کہ) نہ ہمارا نہ خدائی کلیساؤن کا یہ دستور ہے"

کس قدر صاف وصریح پردے کا حکم ہے اور صرف دعا سے مخصوص ہونا

عیسائیون کی ہٹ دھرمی ہے۔ (دیکھو پوری بحث ہماری کتاب مین

حمایت الاسلام جلد ۲ صفحہ ۶۸ لغایتہ ۷۰)

قرآن مجید نے بھی اس حکم پر صاد کیا ہے "یا ایھا النبی قل لازواجک

وبناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن الآیۃ" یہ پردہ نہین تو اور

کیا ہے۔ سر ہی ڈھکنا مقصود ہوتا تو ٹوپی عمامہ کافی تھا۔ اوڑھنی کی خصوصیت

نہ تھی۔

اسلام مین تو یہان تک ہے کہ حکم ہوا امت کو رسول کی ازواج طاہرات

سے جو کچھ مانگنا ہو پردے کے باہر سے مانگو "واسئلوھن من وراء حجاب"

نقاب پوشی کسی ہندوستان کی طرح ازواج نبی کو گھر کی چار دیواری مین پردے بٹھالا ہے۔ اور یہی سیرت خاندان رسالت کی ہے۔ تاریخی شہادت اس کے خلاف نہین ملتی پھر پردے سے کون ندہبا انکار کرسکتا ہے۔ اگر آیات قرآنی مین تاویلات کرکے پردہ وحجاب مٹایا جاے تو اوس کا کیا جواب ہوگا کہ پردہ وحجاب جبکہ مضر تمدن اور خلاف اخلاق اور عورتون سے بے انصافی کہا جاتا ہے۔ تو قرآن وحدیث نے اس مذموم رسم کو کیون نہ روکا اور صریح حکم دیکر عورتون کو آزاد و بے حجاب کیون نہ بنادیا۔ ایک سچا مسلمان کیا جواب دے سکتا ہے۔ اسی طرح سے شریعت امم سابقہ مین جبکہ پردہ وحجاب تھا تو یہ بھی بتانا چاہیے کہ کس وجہ سے اوس کی مخالفت نہ ہوئی۔

(۳) ایک غلطی کا ازالہ

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ عورتون سے حجاب کیون مخصوص ہے یہ غلط ہے مرد و عورت دونون کے لیے اسلام مین پردہ وحجاب ہے جیسا کہ فطرت مین ہے قرآن مجید کا صریحی ارشاد ہے "قل للمومنین یغضوا من ابصارهم ویحفظوا فروجهم وقل للمومنات یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن" زن و مرد دونون کو آنکھ اُٹھا کر نظر کرنے کی برابر سے ایک ہی حکم مین ممانعت ہے عورت کے لباس مین صرف اوڑھنی کا اضافہ

کیا گیا ہے۔ کیونکہ اوس کے بناؤ سنگار کو بھی چھپانا مقصود ہے عریت ہے جہالت اور قرآن مجید سے ناواقفیت کی دلیل ہے اگر اس آیت مین "غض بصر" سے کچھ اور مراد لین بجز آنکھ بند رکھنے آنکھ موندنے آنکھ میچنے کے جس ہندی محاورے مین کہو ہی معنے ہون گے اب بناؤ زن ومرد کا آنکھین بند کیے پٹی باندھے اندھون کی طرح لاٹھی پکڑے چلتے رہنا کیا قرآن مجید کی ایک ظالمانہ خواہش نہین ہے۔ تمام آنکھون والون کو اندھا بنا دینا یہ کیسی تعلیم ہوئی ایسی ظلم فنا عاقبت اندیشی کے لیے نقاب پوشی اور حجاب قرار دیا گیا ہے۔ جس مین "غض بصر" کا پورا فائدہ بھی اور معیشت وتمارن وکاروباری دنیا مین کوئی مزاحمت بھی نہین ہے۔ اور عدل سے بھرپور ہے جس غرض کو "من وراء حجاب" "وقرن فی بیوتکن" اور "ولیضربن بخمرهن" اور "یدنین علیهن من جلابیبهن" سے بیان فرما دیا ہے۔ بجز تاویلات رکیکہ اور کیا معنے ان الفاظ کے ہو سکتے ہین۔ عربی جاننے والے اس سے انکار نہین کر سکتے۔ اور یہی سیرت صحابیات اور اولاد رسول وازواج رسول کی ہے۔ تاریخ اٹھا کر دیکھو۔ غرضکہ سلسلہ نبوت کے شروع ہونے کے وقت سے نزول قرآن مجید تک اہل دین وادیان مذاہب مین پردہ وحجاب رہا اور زن ومرد کے لباس مین فرق کیا گیا۔ فیشن کی تعین اور پارچون کی لباس مین تعیین اسلام نے نہین کی